غامدی صاحب کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی تجزیہ

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابتدا ہی سے اسلام کے قلب وجگر پر ایسے حملے ہوتے رہے ہیں جنہیں برداشت کرنے کی تاب وتواں دوسرا مذہب نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس دین متین کی حفاظت ونصرت نہ فرماتا تو اس دین کی بات بھی آج ماضی بعید کے صیغہ میں کی جاتی۔ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے صلیبیوں کی یورش اور اسلام کو تاریخی داستان بنانے کے لئے تاتاریوں کے حملے ہی کافی تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حملے اسلام کی بنیادوں کو متزلزل نہ کر سکے۔ بدعات، نفس پرستی، فرق باطلہ ولادینیت کا کئی بار اسلام پر حملہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے نفوس قدسیہ پیدا فرمائے جنہوں نے کفر کو منہ توڑ جواب دیا، بدعات سیئہ کے مقابلے میں دین اسلام کی صحیح تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا اور قرآن وسنت کی عملی تفسیر وتشریح اپنے بے داغ کردار کی صورت میں پیش کی۔ آج ہم اسلام کی دعوت وعزیمت کی تاریخ میں اہم کردار ادا کرنے والوں کو محمد بن قاسم، عمر بن عبد العزیز، شیخ عبد القادر جیلانی، ابوالحسن اشعری، امام غزالی، مجدد الف ثانی رحم اللہ علیہم وعلی غیرہم کے ناموں سے جانتے ہیں۔

عصر حاضر میں علماء کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک ''تجدد پسندانہ افکار و نظریات'' کو بطور اصل دین پیش کرنا ہے۔ ان افکار کے حاملین وہ افراد جن کا تعلق دینی طبقے سے ہے اکثر اس بات کے دعویدار نظر آتے ہیں کہ از وصال نبی مکرم ﷺ تا ایں دم تمام مسلمان دین کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور اگر کوئی اس کار عظیم میں کامیاب ہوا ہے تو وہ صرف ان کے دبستان سے ہی تعلق رکھنے والا ہے۔ دوسرے الفاظ میں چودہ سو سال سے مسلمان گمراہی وضلالت میں مبتلا ہیں اور پہلی بار ہدایت کی مشعل اٹھا کر لوگوں کو نجات کا راستہ دکھانے کا سہرا انہی کے سر ہے۔

ایسے ہی متجددین میں سے ایک نام ''جاوید احمد غامدی صاحب'' کا بھی ہے جو کئی ایک ٹی وی چینلز پر اکثر آن لائن نظر آتے ہیں۔ اپنی تحریر وتقریر میں کبھی تو وہ فرائض نبوت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا یہ مرسل من اللہ الی النبی ہیں تاکہ نبی کو صحیح فرائض نبوت سے آگاہ کر سکیں اور کبھی وہ بڑی قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے قلمبند کر دیا ہے بس وہی شریعت ہے اس کے علاوہ کوئی چیز بھی شریعت نہیں ہے۔ غامدی صاحب کے نزدیک فقہاء عظام قلت تدبر کی وجہ

میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید)

سے دین کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے اور نتیجتاً انہوں نے کئی ایسی باتوں کا دین میں اضافہ کر دیا جن کا اصلا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فقہاء کرام و مجتہدین عظام کی صدیوں کی انتھک محنت کے مقابلے میں وہ اپنی ربع صدی کی جد و جہد کو بڑی خود ستائی کے ساتھ پیش کرتے ہوئے جدید ذہن کو دبستان شبلی کا طالبعلم بننے اور مکتب فراہی سے تعلق رکھنے والے افراد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی دعوت عام دیتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر سے یہ بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن کی منشاء کو (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سمجھتے ہیں اسی لئے اپنے وضع کردہ قوانین کے مقابلے میں انھیں احادیث رسول ﷺ کو رد کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ غامدی صاحب خود کو مجتہد اعظم سمجھتے ہوئے اس بات کے داعی ہیں کہ ''امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ امت سوء فہم اور قلت تدبر کے مالک تھے۔'' (میزان: ۳۶)

ان کے نزدیک حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت جنید بغدادی، امام غزالی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ رحمھم اللہ اور دیگر صوفیاء کرام نے تصوف کے نام پر ایک متوازی دین رائج کرنے کی کوشش کی ہے جسے اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ تصوف نے (نعوذ باللہ) ان تمام لوگوں کے اذہان میں خلل پیدا کر دیا تھا۔ یہ تمام لوگ ضلال مبین میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی جہالت کی وجہ سے کفر کے بھی مرتکب ہوئے۔ (خلاصہ، اسلام اور تصوف: برھان)

موصوف نے کئی ایک مسائل میں جمہور علمائے امت سے اپنے اختراع کردہ اصولوں کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے۔ ہر صاحب علم و نظر پر ان کے خود ساختہ اصولوں کی کجی اور بطلان واضح ہے اسی لئے اہل علم حضرات ان کے تجدد پسندانہ نظریات کو بلا تردد رد کر دیتے ہیں۔ ان کے گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی تعلیمات کو کھلے الفاظ میں رد نہیں کرتے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ اہل ایمان کو اس طرح دین کی راہ سے ہٹانا ممکن نہیں ہے اسی لئے وہ اسلامی تعلیمات کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں اور جمہور علماء امت (بالخصوص وہ جن کی عدالت ہر دور میں نا قابل جرح تسلیم کی جاتی رہی ہے) کی علمیت اور کردار کو مشکوک بنانے کی مکمل کوشش کرتے ہیں تا کہ امت کا تعلق اپنی تاریخ اور اجماع امت سے ٹوٹ جائے۔ غامدی صاحب اور ان کے جدیدیت پسند اصحاب اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ علماء، فقہاء اور صوفیاء کرام کی علمی لیاقت اور کردار پر امت مسلمہ کا اعتماد متزلزل کئے بغیر ان کی دال نہیں گلنے والی۔ کردار کشی کا یہ وہی حربہ ہے جو پروٹسٹنٹس نے پوپ اور

☆امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

چرچ کے خلاف اپنا کر مغربی الحاد کو عوام الناس میں مقبول عام بننے کی راہ ہموار کی۔

ایسے ہی اجماعی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اسلام میں مرتد کی سزا بھی ہے۔قرآن و سنت کے بیان کردہ قوانین میں مرتد کی سزا موت بیا کی گئی ہے۔ سلف سے خلف تک امت مسلمہ کے فقہاء و علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔ممکن ہے کسی دور میں اس سزا پر عمل کرنے میں مسلمانوں نے کوتاہی برتی ہو، مگر اہل علم و نظر کے ہاں اس مسئلے میں کوئی دوسری رائے نہیں پائی جاتی۔

مگر غامدی صاحب کو اس مسئلے میں حسب عادت اختلاف ہے۔ان کے نزدیک مرتد کو قتل کرنے کا حکم کوئی حکم عام نہیں ہے بلکہ یہ صرف انہی مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جن میں سے نبی مکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ان کے مطابق فقہاء کے پاس ارتداد کی سزا (موت) سے متعلق صرف ایک ہی حدیث ہے جس کا مدعا وہ صحیح سمجھنے سے قاصر رہے۔اور تمام عالم اسلام کے علماء مرتد کی سزا (موت) اپنی رائے سے بیان کرتے رہے ہیں۔غامدی صاحب ارتداد اور اس کی سزا کی توضیح اس انداز سے کرتے ہیں جس سے ارتداد کی سزا کا انکار لازم آتا ہے۔

یاد رہے کہ ارتداد کی سزا کا انکار کوئی نئی بات نہیں، مرزا قادیانی، اس کے پیروکار اور منکرین حدیث و اجماع اس کا انکار کرتے چلے آئے ہیں، غامدی صاحب کا یہ نظریہ انہی سے مستعار ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ملک میں نافذ فرنگی قوانین پر تو کبھی بحث نہیں کی جاتی جبکہ اسلامی قوانین (جن کو نافذ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں) کو زیر بحث لا کر انھیں ظالمانہ، وحشیانہ اور غیر عقلی قرار دیا جاتا ہے تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائیں اور نتیجتاً ان کا اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے اور وہ مغرب کے رنگ میں رنگ کر اپنا تشخص بھلا بیٹھیں۔اس پر مزید ستم یہ کہ ان پر وہ افراد بھی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں جن کا علم و عمل انھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔پیش نظر مضمون میں غامدی صاحب کے ارتداد کی سزا سے متعلق تجدد پسندانہ افکار کا علمی تجزیہ کیا جائیگا تاکہ خواص و عوام پر ان کے غیر مستحکم دعووں کی قلعی کھل جائے۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابو زرعہ)

ارتداد کا مختصر تعارف

ارتداد:

ارتداد افتعال کے وزن پر ہے جس کا مادہ ''رد'' ہے۔عربی زبان میں ''الرد'' کے معنی کسی چیز کے لوٹنے اور پھرنے کے ہیں۔اسی سے **الردة عن الاسلام** اسلام سے پلٹنے یا رجوع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

وارتد فلان عن دينه اذا كفر بعد اسلامه (لسان العرب: ج:۳/ص:۱۷۳)

جب کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کفر کرتا ہے تو کہا جاتا ہے **ارتد عن دينه** یعنی وہ اپنے دین سے پھر گیا۔

ارتد کا اسم فاعل مرتد ہے یہ دراصل ''مرتدِد'' بروزن ''مُفْتَعِلٌ'' تھا جب ایک ہی جنس کے دو حروف اس میں مجتمع ہوئے تو ثقالت سے بچتے ہوئے دال اولیٰ کا دال ثانیہ میں ادغام کر دیا گیا تو یہ مُرْتَدٌّ بن گیا۔

الردة اور ارتداد کے بارے میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

والارتداد و الرِّدة الرجوع فى الطريق الذى جاء منه لكن الردة تختص بالكفر والارتداد يستعمل فيه و فى غيره (المفردات: ص:۱۹۳)

ارتداد اور الردة سے مراد کسی کا اسی راستے کی طرف لوٹنا ہے جہاں سے وہ آیا ہے لیکن الردة کفر کے ساتھ خاص ہے اور ارتداد کفر اور دیگر معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

مرتد: اصطلاح شریعت میں مرتد سے مراد وہ عاقل، بالغ، غیر مکرہ شخص ہے جو اپنی مرضی سے ایمان لانے کے بعد دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کر لے۔یعنی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کر دے، جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، ختم نبوت، نماز کی فرضیت کا انکار کر دینا یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں نازیبا کوئی حرف ادا کرنا۔

ارتداد کی صحت کی بنیاد دو شرائط پر ہے۔

(۱) عقل (۲) اختیار۔

یعنی مجنون، صبی وغیرہ اور مجبور کے لئے ارتداد کا ثبوت نہیں ہوگا۔

فضل العالم على العابد كفضلِ القمرِ على سائرِ الكواكب (سنن ابوداود و ترمذی)

ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے البتہ دنیا میں قضاء اس کا مدار زبان پر ہے۔ اگر ایک شخص زبان سے خود کو اہل ایمان میں شمار کرتا رہے اور اس کا دل کفر سے بھرا ہوا ہو تو اب اسے قضاء مومن شمار کیا جائے گا لیکن عنداللہ وہ کافر ہی قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر کسی مومن کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ زبان سے کلمات کفریہ ادا کردے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو قرآن پاک نے اسے مومن کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **من کفر بعد ایمانه الا من اکره و قلبه مطمئن بالایمان و لکن من شرح بالکفر صدرا فعلیهم غضب من اللّٰه ولهم عذاب الیم** (النحل ۱۶:۱۰۶) جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کردیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، لیکن وہ شخص جس نے شرح صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

ارتداد کی شناعت اور قرآن:

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین ''الاسلام'' کو اختیار کرنے کے بعد اس سے پھر جانا اور پھر کفر پر اصرار کرنا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرنا ہے ایمان کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مومن کامل کفر پرموت کو ترجیح دیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: تین خصال ایسے ہیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا۔ ۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں ۲) وہ کسی سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ کیلئے ہو ۳) وہ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: کتاب الاکراہ: باب من اختار الضرب و القتل و الهوان علی الکفر)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! بعض لوگوں کو میرے حوض سے ایسے دھتکار دیا جائے گا جیسے بھٹکا ہوا اونٹ دھتکار دیا جاتا ہے، میں ان کو آواز دوں گا ''ادھر آؤ'' تو کہا جائے گا **انهم قد بدلوا بعدک فاقول سحقا سحقا**، انہوں نے آپ کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا پھر میں کہوں گا ''دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ'' (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۴۹۲)

اب ہم قرآن حکیم کی چند آیات مقدسات پیش کریں گے تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ ارتداد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

(۱) **ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدیٰ الشیطٰن سول لھم و املیٰ لھم ذلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر و اللہ یعلم اسرارھم فکیف اذا توفتھم الملئکۃ یضربون وجوھھم و ادبارھم ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ و کرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم** (محمد ۲۵:٤٧ ـ ٢٦ ـ ٢٧ ـ ٢٨)

بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کے ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انہیں (کفر کی طرف واپس پلٹنا دھوکہ دہی سے) اچھا کر دکھایا، اور انہیں (دنیا میں) طویل زندگی کی امید دلائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے اور اللہ ان کے خفیہ مشورہ کرنے کو خوب جانتا ہے۔ پھر (اس وقت ان کا حشر) کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی جان (اس حال) میں نکالیں گے کہ انکے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہوں گے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس (روش) کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا تو اس نے ان کے (جملہ) اعمال اکارت کر دیئے۔

(۲) **یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکٰفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ واسع علیم** (المائدۃ٥:٥٤)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ خود محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم (اور) کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں (خوب) جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا (ہے) خوب جاننے والا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

(۳) و من یرتدد منکم عن دینه فیمت و هو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا و الاخرة واولئک اصحب النار هم فیها خلدون (البقرة۲:۲۱۷)

اورتم میں سے جوشخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا وآخرت میں (سب) اعمال برباد ہوجائیں گے، اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۴) ومن الناس من یعبد الله علی حرف فان اصابه خیر اطمأن به و ان اصابته فتنة انقلب علی وجهه خسر الدنیا و الأخرة ذلک هو الخسران المبین (الحج ۲۲:۱۱)

اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر (کھڑے کھڑے) پھر اگر پہنچے اسے بھلائی (اس عبادت سے) تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچے اسے کوئی آزمائش تو فورا (دین سے) منہ موڑ لیتا ہے۔ اس شخص نے برباد کردی اپنی دنیا اور آخرت یہی تو کھلا ہوا خسارہ ہے۔

(۵) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات أو قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشکرین (ال عمران۳:۱٤٤)

اور نہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

(٦) من کفر بعد ایمانه الا من اکره و قلبه مطمئن بالایمان و لکن من شرح بالکفر صدرا فعلیهم غضب من الله و لهم عذاب الیم (النحل ١٦:١٠٦)

جوشخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کردیا گیا

ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔لیکن وہ شخص جس نے شرح صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کیلئے زبردست عذاب ہے۔

(۷) و اذ قال موسی لقومہ یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انہ ھوالتواب الرحیم (البقرۃ ۲ :۵۴)

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا :اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اب اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی) رب کے حضور توبہ کرو پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو ،یہی (عمل) تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ،یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(۸) واذ قلتم یموسی لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فا خذتکم الصعقۃو انتم تنظرون (البقرۃ :۵۵)

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو (آنکھوں کے سامنے) بالکل آشکارا دیکھ لیں پس (اس پر) تمہیں کڑک نے آلیا (جو تمہاری موت کا باعث بن گئی) اور تم (خود یہ منظر) دیکھتے رہے۔

(۹) یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذا ب بما کنتم تکفرون (ال عمران ۳: ۱۰۶)

جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے ،تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ؟ تو جو تم کفر کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو۔

(۱۰) کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم و شھدوا ان الرسول حق و جاء ھم البینت واللہ لا یھدی القوم الظلمین .اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ و الملئکۃ و الناس اجمعین .خلدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون الا الذین تابوا من بعد ذلک و اصلحوا فان اللہ غفور

رحیم. ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم و اولئک ھم الضالون ان الذین کفروا و ماتوا و ھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا و لو افتدی بہ اولئک لھم عذاب الیم و ما لھم من نصرین (ال عمران ۳: ۸۶ ،۸۷ ،۸۸ ،۸۹ ،۹۰ ،۹۱)

اللہ ان لوگوں کو کیونکر ہدایت فرمائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ اس امر کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی تھیں، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی رہے۔ وہ اس پھٹکار میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے اور ان سے اس عذاب میں کمی نہیں کی جائی گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور (اپنی) اصلاح کر لی، تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی، اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور حالت کفر میں ہی مر گئے سو ان میں سے کوئی شخص اگر زمین بھر سونا بھی (اپنی نجات) کے لئے معاوضہ میں دینا چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔

(۱۱) ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل (البقرۃ ۲: ۱۰۸)

تو جو کوئی ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے پس وہ واقعۃ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

(۱۲) یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خسرین (ال عمران ۳: ۱۴۹)

اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہنا مانا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی جانب) پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

(۱۳) ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم و لا لیھدیھم سبیلا (النساء ۴: ۱۳۷)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز (یہ ارادہ فرمانے والا) نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ (یہ کہ) انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

خلاصہ:

۱۔ ارتداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی کبیرہ گناہ ہے۔

۲۔ مرتد کے دنیا اور آخرت میں اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ ارتداد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا سبب ہے۔

۴۔ موت کے وقت فرشتے مرتدین کو سخت عذاب دیتے ہیں۔

۵۔ آخرت میں انہیں دردناک عذاب دیا جائیگا اور اس میں ذرہ بھر تخفیف نہیں کی جائیگی۔

۶۔ مرتدین پر اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور تمام مؤمنین کی لعنت پڑتی رہتی ہے۔

۷۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور انکی طرف نظر رحمت بھی نہیں کی جائے گی۔

۸۔ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔

۹۔ جو لوگ ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔

۱۰۔ ارتداد کا راستہ اختیار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔

۱۱۔ مرتد دنیا و آخرت میں نقصان میں رہتا ہے۔

۱۲۔ ارتداد کی دو حالتیں ہیں: ۱) اختیاری ۲) اضطراری، اضطرار کی صورت میں جب فرد کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو وہ مؤمن ہی شمار کیا جائے گا۔

۱۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض افراد نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اور بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر ارتداد کا راستہ اختیار کیا تو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر موت کی سزا کو نافذ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد اور اس کی سزا کا حکم سابقہ شریعتوں میں بھی مشروع کیا گیا تھا۔

مذکور الصدر آیات مقدسات کے مطالعے کے بعد ہر مومن اس بات کو قبول کرے گا کہ

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

تبدیلیِ دین جرم عظیم اور دارین میں ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ان میں اہل ایمان کو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اس جرم کی پاداش میں ان کے تمام اعمال غارت کر دیئے جائیں گے اور انھیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر ارتداد کی شناعت کو بیان کیا گیا ہے اگر اس کی سزا دنیا میں ''قتل'' ہی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسکو لازمی طور بیان کر دیتا۔

اگر اس بات کو مان لیا جائے تو تمام احکام شریعت اور ان کی عملی صورت سوالیہ بن جائے گی۔قرآن مجید نے ہمیں نبی مکرم خاتم النبیین ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا ہے ہمیں اس پر اس طرح عمل کرنا ہے کہ ہمارے قلب و ذہن میں کسی قسم کی تنگی و بیزاری کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔اگر نبی مکرم ﷺ کی سنن مبارکہ، آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ اور امتِ کے عملی تواتر و اجماع کو پس پشت ڈال کر صرف قرآن مجید کو ہی شریعت کا ماخذ وحید قرار دے کر اس کی عقلی بنیادوں پر تشریح و توضیح کی جائے تو ہر شخص کی دین پر عمل کی کیفیت دوسرے سے مختلف ہوگی اور امت کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر جائے گا۔اسے ضلال مبین ہی کہا جا سکتا ہے۔اس اشکال کو تسلیم کر کے اگر ارتداد کی سزا کا انکار کر دیا جائے تو کل یہ کہا جائے گا کہ قرآن میں کئی مقامات پر نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کی فرضیت کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے خود نماز کا مکمل طریقہ، روزے کے مفسدات، زکوٰۃ کا نصاب اور حج کا مکمل طریقہ کیوں بیان نہیں کر دیا لہٰذا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ گمراہ ہیں کہ ان اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بداعتقادی سے محفوظ فرمائے۔(امین)

قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء کرام نے مرتد کی سزا ''قتل'' بیان کی ہے۔ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مرتد کی بیان کردہ سزا کا بیان کریں گے۔

ارتداد کی سزا اور قرآن پاک:

امام سرخسی فرماتے ہیں:

والاصل فی وجوب قتل المرتدین قوله تعالیٰ أو یسلمون قیل الایة فی المرتدین و قال رسول الله ﷺ :من بدل دینه فا قتلوه

(المبسوط: الجزء العاشر: ص:۹۸)

مرتدین کے قتل کے وجوب میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :**قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الیٰ قوم اولی بأس شدید تقاتلونهم أو یسلمون** (الفتح ۱۶:۴۸)''آپ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانیوالوں سے فرمادیں کہ تم عنقریب ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے''اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اسے قتل کردو۔

جب نبی کریم ﷺ نے عمرہ کے لئے سفر مکہ مکرمہ کی تیاری شروع فرمائی تو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں آباد قبائل کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں ۔ان لوگوں نے لیت ولعل میں وقت گزار دیا اور نبی مکرم ﷺ کے ساتھ صرف چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے اس آیت مقدسہ میں ان پیچھے رہ جانے والے بدوی عربوں سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ عنقریب تمھاری ٹکر ایک جنگجو قوم سے ہونے والی ہے اس وقت تمھیں دعوت جہاد دی جائے گی اگر تم نے اس وقت اس دعوت کو قبول کیا اور اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمھیں اجر عظیم عطا فرمائے گا اور اگر اس وقت بھی تم نے روگردانی کی اور جہاد میں شرکت کرنے سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے جس قوم کو **اولی بأس شدید** کہا اور جن کا انجام **تقاتلونهم أو یسلمون** یعنی قتل یا اسلام بیان کیا وہ کون سی قوم ہے؟ غزوۂ خیبر کے بعد نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں غزوۂ موتہ ،فتح مکہ ،غزوۂ حنین و طائف اور غزوۂ تبوک وقوع پذیر ہوئے غوروفکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ غزوات میں سے کوئی بھی اس آیت مقدسہ کا مصداق نہیں بن سکتا۔غزوۂ موتہ فیصلہ کن جنگ نہ تھی اسی لئے نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کی بابت **بل انتم کرارون** فرمایا۔فتح مکہ کے بارے میں تو یہ بات واضح ہے کہ وہ پرامن فتح تھی ۔جہاں تک غزوۂ حنین و طائف کا تعلق ہے تو اس میں ابتداء میں دشمن کا پلہ بھاری رہا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت سے جب صحابہ کرام نبی رحمت ﷺ کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے لوٹے تو جنگ کا پانسہ بالکل پلٹ گیا اور ہوازن وثقیف اپنی عورتوں کو اور مال مویشیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔اس جنگ کے واقعات و نتائج کو پڑھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

یہ دراصل وہ جنگ ہے جو خلیفۃ رسول اللہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے خلاف لڑی گئی۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد نومسلم بدو قبائل میں ارتداد کا فتنہ اٹھا ان میں سب سے زیادہ خطرناک گروہ مسیلمہ کذاب کا تھا کیونکہ اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس کا قبیلہ اپنی جنگی مہارت اور شجاعت کی وجہ سے پورے عرب میں مشہور تھا۔ اردگرد کے دوسرے قبائل بھی ان کے ساتھ آکر مل گئے تھے۔ جس وقت یہ جنگ ہوئی تو اس وقت اہل ایمان کے مقابلے میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار آہنی زرہوں میں غرق جاں نثار سپاہی تھے مسلمانوں کے لشکر میں اکابر مہاجرین و انصار کثیر تعداد میں تھے مرتدین کے ابتدائی حملے انتہائی شدید تھے لیکن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مقابلے میں آگے بڑھے تو چند گھنٹوں میں دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کو ہلاک کر دیا کافی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح یاب فرمایا اس جنگ میں کثیر تعداد میں اکابر صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں بڑی تعداد حفاظ کرام کی تھی اس جنگ کے واقعات، اور انجام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق یہی لوگ ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وقال رافع ابن خديج: والله لقد كنا نقرأ هذه الاية فيما مضى ستدعون الى قوم اولى بأس شديد ،فلا نعلم من هم حتى دعا نا أبو بكر الى قتال بني حنيفة فعلمنا انهم هم. (القرطبی: الجزء السادس عشر: ص:۲۷۳)

اللہ کی قسم ہم لوگ اس آیت مقدسہ "تم عنقریب ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے" کو پڑھتے تھے لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں؟ یہاں تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ سے قتال کی دعوت دی تو ہم نے جان لیا کہ وہ یہی ہیں۔

شیخ ملا جیون فرماتے ہیں:

والمراد باولى بأس شديد بنو حنيفة قوم مسيلمة و اهل الردة الذين حاربهم ابو بكر رضى الله عنه في خلافته و لهذا حصر بين القتال و الاسلام لان مشركي العرب و المرتدين لايقبل منهم الا الاسلام أو

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

السیف۔ (التفسیرات الاحمدیۃ: ص:۶۶۲)

اولی باس شدید سے مراد مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ اور وہ مرتد ہیں جن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔اسی لئے قتال اور اسلام کے مابین حصر کیا گیا ہے کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام محمود آلوسی بغدادی اسی بارے میں فرماتے ہیں: **وعلیہ جماعۃ** (روح المعانی: ج:۱۳: ۱۵۵۔۱۵۶)

اس پر ایک جماعت ثابت ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

لا یقبل منھم الاالاسلام قال اللہ تعالیٰ تقاتلونھم أو یسلمون (الھدایۃ: ج:۲/ص:۵۶)

مرتدین اور مشرکین عرب سے اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے گا (کیونکہ انھیں قبول جزیہ کی طرف دعوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

امام سرخسی مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں:

مرتد کا قتل اس لئے واجب ہے کہ مرتد مشرکین عرب کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی بڑا مجرم ہے مشرکین عرب نبی کریم ﷺ کے قرابت دار تھے،قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا لیکن پھر بھی انہوں نے اس کا خیال نہ کیا۔اسی طرح مرتد رسول اللہ ﷺ کے دین پر تھا اور اس نے آپ ﷺ کی شریعت کی خوبیوں کو جاننے کے باوجود ارتداد کے وقت اس کا خیال نہ کیا **فکما لا یقبل من مشرکی العرب الا السیف أو الاسلام فکذالک من المرتدین** پس جس طرح مشرکین عرب سے صرف اسلام یا تلوار قبول کی جائے گی اسی طرح مرتدین سے بھی صرف اسلام یا تلوار کو قبول کیا جائے گا۔ (المبسوط: الجزء العاشر: ۹۸)

اس آیت مقدسہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مرتدین کے لئے صرف دو ہی باتیں ہیں یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا ان کو قتل کر دیا جائے۔

مرتد کو قتل کرنے کی وجہ ''شر حرابہ'' کو دور کرنا ہے۔جو شخص نبی مکرم ﷺ کی شان اقدس

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی☆

میں کسی ناز یبا کلمہ کو ادا کرنے کی وجہ سے یا ضروریات دین میں سے کسی بات کے انکار کی وجہ سے دین سے خارج ہو جاتا ہے تو ایسا فرد معاشرے میں فتنہ اور فساد پھیلانے اور امن وامان کی فضاء کو مکدر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اگر ایسے فرد کو معاشرے میں کھلے عام چھوڑ دیا جائے تو وہ دوسرے مسلمانوں کو بہکانے اور ان کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور نتیجتاً کوئی غیرت مند مسلمان شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے اور کفریات بکنے کی وجہ سے اسے سرے عام قتل کر ڈالے گا۔لہذا یہی صحیح ہے کہ ایسے بد بخت شخص کو بحکم قاضی توبہ پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جائے ورنہ بصورت دیگر اسے قتل کر دیا جائے۔

اب ہم احادیث طیبہ روشنی میں تبدیل دین کی سزا کو بیان کریں گے۔

ارتداد کی سزا اور احادیث شریفہ:

پہلی حدیث:

امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة قال اتی علی بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ: من بدل دینه فا قتلوه (البخاری: کتاب۔ **استتابة المعاندین و المرتدین وقتالهم**: باب: حکم المرتد والمرتدۃ)

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ''زنادقہ'' کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو'' اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔

اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (ابن ماجہ: ابواب

الحدود: باب المرتدین عن دینہ)

اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (ابوداؤد: کتاب الحدود :باب الحکم فیمن ارتد)

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کئی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے (سنن النسائی: کتا ب المحاربۃ :الحکم فی المرتد)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔ (سنن دارقطنی : کتاب الحدود والدیات: ج:۳/ص:۱۰۸)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔ (جامع الترمذی :ابواب الحدود: باب، جاء فی المرتد)

اس حدیث کو امام عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بھی اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے: (المسند : رقم الحدیث:۵۳۳)

اس روایت کو امام مالک نے مرسلاً نقل فرمایا ہے (المؤطا: کتاب الأقضیۃ :القضاء فیمن ارتد عن الاسلام)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے (کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

زنادقہ:

یہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مقرر کیئے گئے تھے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

> وکان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حینئذ امیرا علی البصرۃ من قبل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عمدۃ القاری : ج:۱۴/ص:۲۶۴)
>
> اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے۔

اس حدیث شریف میں زنادقہ پر موت کی سزا کو نافذ کرنے کا ذکر ہے۔ زنادقہ زندیق کی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

جمع ہے۔بدعقیدہ، گمراہ اور بے دین کو زندیق کہا جاتا ہے۔بعض اوقات مرتد کو بھی زندیق کہتے ہیں لیکن ہر زندیق مرتد نہیں ہوتا۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی بدعقیدگی اور گمراہیت کی وجہ سے زندیق کہلائے لیکن وہ مسلمان ہو۔اس حدیث میں زندیق سے مراد وہ مرتدین ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خالق و رازق مانا تھا۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وزعم أبو المظفر الاسفرائيني في الملل و النحل ا ن الذين أحرقهم على طائفة من الروافض ادعوا فيه الالهيةو هم السبائية ،و كان كبيرهم عبد الله بن سبا يهوديا ثم أظهر الاسلام و ابتدع هذه المقالة و هذا يمكن ان يكون أصله ما رويناه في الجز ء الثالث من حديث أبي طاهر المخلص من طريق عبد الله بن شريك العامري عن أبيه قال :قيل لعلي رضي الله تعالىٰ عنه ان هنا قوما على باب المسجد يدعون انك ربهم فدعاهم فقال لهم: ويلكم ما تقولون ؟قالوا:انت ربنا و خالقنا و رازقنا،فقال :ويلكم ،انما أنا عبد مثلكم اكل الطعام كما تاكلون و أشرب كما تشربون ،ان أطعت الله أثابني ان شاء الله و ان عصيته خشيت ان يعذبني فاتقوا الله و ارجعوا،فأبوا،فلما كان الغد غدوا عليه ،فجاء قنبر ،فقال قد والله رجعوا يقولون ذلك الكلام ،فقال :أدخلهم ،فقالوا كذلك ،فلما كان الثالث قال: لئن قلتم ذلك لأقتلنكم بأخبث قتلة فابوا الا ذلك ،فقال :يا قنبر!ائتني بفعلة معهم مرورهم فخد لهم اخدودا بين باب المسجد و القصر و قال :احفروا فأبعدوا في الارض ،و جاء بالحطب فطرحه بالنار في الاخدود و قال:اني طارحكم فيها أو ترجعوا ،فأبوا أن يرجعوا فقذف بهم فيها حتى اذا احترقوا قال:

انی اذا رایت امرا منکرا
أوقدت نارا ودعوت قنبرا

(فتح الباری ج:۱۵/ص:۲۹۵،۲۹۶)

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

خلاصہ:

الملل والنحل میں ہے ''جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلوا دیا تھا وہ روافض میں سے ایک گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (معاذاللہ) الوہیت کے قائل تھے۔ وہ سبائیہ تھے۔ ان کا سرغنہ عبداللہ بن سبأ یہودی تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور پھر ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں'' اور یہ ممکن ہے کہ اس کی اصل ابو طاہر مخلص کی روایت ہو جس کو ہم نے تیسرے جزء میں عبداللہ بن شریک عامری کے طریق سے روایت کیا ہے اور اسے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ مسجد کے دروازے پر جمع ہوئے ہیں اور اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو بلوایا اور فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے رب ہیں، ہمارے خالق ہیں اور ہمارے رازق ہیں (معاذ اللہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو، میں تو تمہاری ہی طرح کا ایک بندہ ہوں، میں کھانا کھاتا ہوں جیسے تم کھاتے ہو، اور میں پانی پیتا ہوں جیسے تم پیتے ہو، اگر میں نے اللہ کی اطاعت کی تو اگر اس نے چاہا وہ مجھے اجر وثواب دے گا، اور اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور لوٹ جاؤ۔ انہوں نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگلے دن وہ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو قنبر آئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ وہ لوگ دوبارہ آ گئے ہیں اور اسی بات کو دہرا رہے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کو لے کر آؤ۔ جب وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اسی بات کو دہرایا، جب یہی بات انہوں نے دہرائی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم لوگوں نے اب یہ بات دوبارہ کی تو میں تمہیں ضرور انتہائی بری طریقے سے قتل کر دوں گا، لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنبر سے فرمایا کہ میرے پاس کچھ ایسے کام کرنے والے لاؤ جن کے ساتھ رسیاں ہوں، پھر ان کیلئے مسجد اور قصر کے مابین لمبا گڑھا کھودو، جب قنبر ایندھن لے آئے تو انہوں نے اس کو گڑھے میں آگ کے ساتھ ڈال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد ان سے فرمایا کہ یا تو تم لوٹ آؤ ورنہ میں تم کو اس میں پھینک دونگا۔ انہوں نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ھجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس آگ میں پھینک دیا حتی تک وہ جل گئے، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جب کبھی میں کسی برے امر کو دیکھوں گا
تو آگ جلاؤں گا اور قنبر کو بلاؤں گا

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''یہودی الاصل مرتد'' کے متبعین کو موت کی سزا دی، جو نبی کریم ﷺ کی قوم کے مشرکین نہیں تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا کسی خاص قوم یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ سزا ہر اس بد بخت شخص کے لئے ہے جو ''اسلام'' قبول کرنے کے بعد تبدیل دین کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر رجوع بھی نہیں کرتا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ ان زنادقہ کو نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جن کا تعلق آپ ﷺ کی قوم سے نہیں تھا قتل کر دیا گیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا یعنی اس پر دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہما راضی تھے۔

دوسری حدیث:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یمن کی طرف حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ابوموسی کے پاس ایک آدمی زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ آپ نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **کان یھودیا فاسلم ثم تھود قال: اجلس، قال: لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ و رسولہ ثلث مرات فامر بہ فقتل......** یہ شخص یہودی تھا اسلام لانے کے بعد پھر یہودی ہو گیا۔ حضرت ابوموسی نے کہا آپ بیٹھ جائیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار فرمایا: ''میں نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے یہ اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کا فیصلہ ہے"۔حضرت ابوموسی نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اس کو قتل کر دیا. اس حدیث کو امام بخاری نے اس سند سے نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا يحي عن قرةبن خالد قال حدثني حميد بن هلال قال حدثنا ابو بردة عن ابى موسى قال..... (البخاری: كتاب استتابة المعاندين و المرتدين و قتالهم : باب: حکم المرتد والمرتدة)

اس حدیث کوامام مسلم نے بھی نقل کیا ہے(صحیح مسلم: رقم الحدیث:۶۲۰۴)

اس واقعہ کوامام ابوداؤد نے

☆ **حدثنااحمد بن حنبل و مسدد قالا نا يحى بن سعيد قال مسدد نا قرة بن خالد نا حميد بن هلال نا ابو بردةقال قال ابو موسى.**

☆ **حدثنا الحسن بن على نا الحمانى يعنى عبد الحميد بن عبد الرحمن عن طلحة بن يحي و بريد بن عبد الله ابن ابى بردةعن ابى بردة عن ابى موسى.**

☆ **حدثنا محمد بن العلاء نا حفص نا الشيبانى عن ابى بردة.**

☆ **حدثنا ابن معاذنا ابى نا المسعودى عن القاسم** کی اسناد سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کوامام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ :الحکم فی المرتد)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری باپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔ (کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا(موت) کسی خاص قوم یا صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو اہل کتاب پر بلا تردد نافذ فرمایا۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں:فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

۳۔ ایک مرتد یہودی پر موت کی سزا نافذ کرنے کا یہ واقعہ امام بخاری نے حدیث "**من بدل دينه فاقتلوه**" کے مابعد نقل کیا ہے۔

۴۔ ایک یہودی مرتد پر موت کی سزا کو حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نافذ کیا۔

تیسری حدیث:

امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو بكر بن ابی شيبة حدثنا حفص بن غياث و ابو معاوية و وكيع عن الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق عن عبد الله قال :قال رسول الله ﷺ :لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدى ثلاث الثيب الزانی و النفس بالنفس و التارک لدينه المفارق للجماعة (مسلم:رقم الحدیث:۴۲۶۲)

کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین کے، (۱) شادی شدہ زانی (۲) جان کے بدلے جان (۳) اپنے دین کو ترک کرنے والا جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: کتاب الدیات :باب قول الله ان النفس بالنفس)

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ (ابو داؤد : کتاب الحدود :باب الحکم فیمن ارتد)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ (سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: **ذکر مایحل به دم المسلم/الحکم فی المرتد**)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے نیز یہ کہ باب الحکم فی المرتد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔ (جامع الترمذی: ابواب الفتن: **باب ما جاء فی لا یحل دم امرأ مسلم الا باحدی الثلاث**)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ: ابواب الحدود: **باب لا یحل دم المرأ الا فی ثلاث**)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے (کتاب المرتد: باب **قتل من ارتد عن الاسلام**)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے (کتاب الحدود و الدیات: ج:۳/ ص:۸۱)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ ارتداد کی وجہ سے فرد کا خون بہانا حلال ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو حضرت عائشہ، حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تمام کبار مجتہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان سے روایت کرنے والے تمام تابعین و

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اتباع تابعین مرتد کے قتل کیے جانے کے قائل تھے۔

۳۔ اگر اس حدیث شریف کے تمام طرق میں تامل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح کے مطابق ''حدیث مشہور'' ہے۔

چوتھی حدیث:

حدثنا قتيبة بن سعيد نا حميد بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابی اسحق عن الشعبی عن جرير قال: سمعت النبی ﷺ يقول :اذاابق العبد الی الشرک فقد حل دمه. (سنن أبي داؤد: کتاب الحدود: باب الحكم فيمن ارتد)

جب غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر شرک کی طرف بھاگ جائے تو اسکا خون حلال ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ (سنن النسائی: کتاب المحاربۃ :العبد یابق الی ارض شرک)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے (کتاب المرتد: باب العبد المرتد)

پانچویں حدیث:

امام عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں:

أخبرنا معمر عن الأعمش عن أبی عمرو الشيبانی قال : أتی علی بشيخ کان نصرانيا فأسلم، ثم ارتد عن الاسلام فقال له علی : لعلک انما ارتدت لأن تصيب ميراثا ثم ترجع الی الاسلام ؟قال :لا ،قال :فارجع الی الاسلام ،قال :أما حتی ألقی المسيح فلا ،فأمر به علی فضربت عنقه و دفع ميراثه الی ولده المسلمين. (المصنف : ج:۱۰/ ص:۳۳۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا وہ نصرانی تھا اس نے اسلام قبول کیا اور پھر اسلام سے نصرانیت کی طرف لوٹ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اس لئے مرتد ہوئے ہو کہ میراث کو حاصل کرسکو اور بعد میں پھر اسلام قبول کرلو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے

فرمایا: پھرتم اسلام کی طرف لوٹ آؤ،اس نے کہا: میں جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات نہ کرلوں میں ایمان نہیں لاؤں گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کی گردن کاٹ دی گئی اور اس کی میراث اس کی مسلمان اولاد میں تقسیم کردی گئی۔

اس مفہوم کی روایت امام دارقطنی نے بھی نقل کی ہے۔(سنن دارقطنی :رقم الحدیث:۱۰۱)

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا(موت) کسی خاص قوم یا صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو اہل کتاب پر بلا تردد نافذ فرمایا۔

۳۔ ایک مرتد نصرانی پر موت کی سزا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور مبارک میں نافذ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ مرتد کو ہر دور میں قتل کرنے کے قائل تھے۔

چھٹی حدیث:

امام محمد علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

أخبرنا مالک أخبرنا عبد الرحمن بن محمد بن عبد القاری عن أبیه قال: قدم رجل علی عمر ابن الخطاب رضی الله عنه من قبل ابی موسی فسأله عن الناس فاخبره ثم قال: هل عندکم من مغربة خبر ،قال: نعم رجل کفر بعد اسلامه فقال: ماذا فعلتم به قال :قربناه فضربنا عنقه قال: عمر رضی الله عنه فهلا طبقتم علیه ثلثا و اطعمتموه کل یوم رغیفا فا ستبتموه لعله یتوب و یر جع الی امر الله اللهم انی لم امر و لم احضر و لم ارض اذ بلغنی. (المؤطا:ابواب السیر :باب المرتد)

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا تو آپ نے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا۔اس نے آپ کو ان کے

بارے میں خبر دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، ایک آدمی اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا۔ آپ نے پوچھا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ ہم نے اس کی گردن مار دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے اسے تین دن تک بند کیوں نہیں رکھا اور اسے ہر روز چپاتی کیوں نہیں کھلائی کہ تم اس سے توبہ کو طلب کرتے، ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے امر کی طرف لوٹ آتا۔ اے اللہ بے شک میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور میں وہاں حاضر نہیں تھا اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی ہے تو میں اس پر راضی نہیں ہوا۔

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) صرف نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے تبدیل دین کی صورت میں اس سزا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں بلا تردد نافذ فرمایا۔

۳۔ ایک مرتد پر موت کی سزا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں نافذ کی گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ کرنا محض توبہ کی مہلت نہ دینے کی وجہ سے تھا۔

ساتویں حدیث:

فعل ذلک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعبد لہ تنصر. (شرح کتاب السیر الکبیر: ج:۵/ص:۱۹۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے غلام کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خود قتل فرما دیا تھا) جب وہ مسلمان ہونے کے بعد نصرانی ہو گیا۔

آٹھویں حدیث:

امام بخاری روایت فرماتے ہیں:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

حدثنا يحي بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة ان ابا هريرة قال: لما توفي النبي ﷺ و استخلف ابو بكر و كفر من كفر من العرب قال عمر: يا ابا بكر كيف تقاتل الناس و قد قال النبي ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم مني ماله و نفسه الا بحقه و حسابه على الله. قال ابو بكر: والله لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة و الزكوٰة فان الزكوٰة حق الله و الله لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعها (صحیح البخاری: ج:۲/ص:۱۰۲۳)

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب میں سے بعض نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا سوائے اس کے حق کے، اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اس سے ضرور بالضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی، کیوں کہ زکوٰۃ اللہ کا حق ہے، اللہ کی قسم میں ان سے ضرور قتال کروں گا اگر انہوں نے مجھے (زکوٰۃ کا) ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

اس روایت کو امام مسلم نے بھی نقل فرمایا ہے (مسلم: رقم الحدیث: ۳۲)

اس کے علاوہ کئی ایک کتب حدیث میں یہ واقعہ درج ہے۔

حدیث شریف سے مستفاد اہم نکات:

۱۔ یہ واقعہ نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ مرتد کی سزا (موت) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

کیونکہ اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے ارتداد کی صورت میں مرتدین سے قتال کیا۔

۳۔ مرتدین سے قتال حضرت خلیفۃ الرسول صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں کیا گیا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ نگرانی کثیر تعداد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حصہ لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مرتد کو ہر دور میں قتل کرنے کے قائل تھے۔

۴۔ اس واقعہ میں مرتدین کو قتل کرنے کی وجہ ان کا مشرکین عرب میں سے ہونا نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد زکوٰۃ کا انکار کرکے پھر کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اس پر سب سے بڑی دلیل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدبرانہ جواب ''**واللّٰہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق اللہ و اللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعھا**'' ہے جو آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

نویں حدیث:

امام بیہقی روایت فرماتے ہیں: **(أخبرنا)سعید ثنا أبو العباس ثنا بحر ثنا عبد اللہ بن وھب أخبرنی عمرو بن الحارث ان یحي بن سعید حدثہ ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کان یقول: من کفر بعد ایمانہ طائعا فانہ یقتل.** (السنن الکبریٰ: ج:۸/ص:۲۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: جو کوئی اپنے ایمان کے بعد بخوشی کفر کرے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔

مذکور الصدر احادیث کے علاوہ بھی کئی روایات ہیں جو مرتد کے قتل کے بارے میں علماء نے نقل کی ہیں لیکن بخوف طوالت ہم ان کو ذکر نہیں کر رہے ہیں۔

خلاصہ:

۱۔ دین اسلام کو اختیار کرنے کے بعد کفر کی طرف لوٹنا عند اللہ انتہائی عظیم جرم ہے۔

۲۔ اگر مرتد توبہ نہ کرے تو اس کی سزا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ سزا کے مطابق اسے قتل کر دیا جائے گا۔اس پر تمام خلفائے راشدین ،صحابہ کرام ،تابعین ،اتباع تابعین ،مجتہدین ،فقہاء اور تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

۳۔ مرتد کا قتل کیا جانا حکم عام ہے۔ یہ حکم کسی 'خاص قوم' (مثلاً مشرکین عرب) کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ احادیث طیبہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی ،حضرت ابن عباس ،حضرت معاذ بن جبل ،حضرت ابوموسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے زنادقہ کے علاوہ یہودی اور نصرانی کو بھی دین اسلام چھوڑ کر دوبارہ یہودیت ورنصرانیت اختیار کرنے پر قتل فرمایا۔

۴۔ ارتداد کی سزا صرف نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کے عہد مبارک کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سزا کو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی مشرکین ،زنادقہ ،یہودونصاری پر نافذ کیا ہے۔

ارتداد کی سزا اور اجماع امت:

تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے موت مقرر کی ہے۔اس پر خلفائے راشدین ،تابعین اور اتباع تابعین کا عمل رہا ہے اور ہر دور میں امت مسلمہ نے اس کو بطور حکم شرعی تسلیم کیا ہے۔ذیل میں ہم ائمہ اربعہ کے حوالے سے مرتد کی سزا (موت) کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ سزا تمام علماء کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔

احناف کا موقف:

(۱) امام سرخسی شرح کتاب السیر الکبیر میں امام محمد علیہما الرحمۃ سے روایت فرماتے ہیں:

قال رحمه الله تعالیٰ: المرتد يقتل ان لم يسلم حرا كان أو عبدا لقوله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه .و هو يعم الأحرار و العبيد ولمولى العبد أن يقتله بنفسه ان شاء، فعل ذلك ابن عمر رضى الله تعالیٰ عنهما بعبد له تنصر. (شرح کتاب السیر الکبیر:ج:۵/ ص:۱۹۳۸)

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرتد اسلام قبول نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے

گا، چاہے وہ آزاد ہو یا غلام، نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''جو کوئی اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو'' کی وجہ سے۔ اور آپ ﷺ کی یہ حدیث آزاد اور غلام دونوں کو شامل ہے۔ غلام کے آقا کیلئے جائز ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے غلام کو خود ہی قتل کردے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے غلام کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جب وہ مسلمان ہونے کے بعد نصرانی ہوگیا۔

(۲) ملک العلماء کاسانی لکھتے ہیں:

اما الذی یرجع الی نفسه فانواع منها اباحة دمه

(بدائع الصنائع: ج:۷/ص:۱۳۴)

یعنی مرتد کے احکام میں سے بعض وہ احکام جن کا تعلق مرتد کے نفس سے ہے اسکی کئی اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔

(۳) امام جصاص فرماتے ہیں:

لأن المرتد لا محالة مستحق للقتل بالاتفاق

(احکام القرآن: ج:۴/ص:۵۵)

یعنی مرتد لامحالہ قتل کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

(۴) حضرت بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

هذا یدل علی ان کل من بدل دینه یقتل (عمدۃ القاری: ج:۱۴/ص۲۶۴)

یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بے شک ہر ایک جو اپنا دین تبدیل کرتا ہے اسے قتل کردیا جائے گا۔

مالکیہ کا موقف:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا یحيٰ بن مالک عن زید بن اسلم ان رسول الله ﷺ قال: من غیر دینه فاضربوا عنقه، انه من خرج من الاسلام الی غیره مثل الزنادقة و أشباههم فان اولئک اذا ظهر علیهم قتلوا. (مؤطا الامام مالک: کتاب الأقضیة: القضاء فیمن ارتد عن الاسلام)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین بدلے اسے قتل کردو، بے شک جو اسلام سے غیر اسلام کی طرف نکل جاتا ہے جیسے زنادقہ اور ان کی طرح دوسرے افراد، تو جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

شوافع کا موقف:

امام نووی تمام احادیث کے پیش نظر فرماتے ہیں:

قد انعقد الاجماع علی قتل المرتد

(المجموع شرح المھذب: ج:۱۹/ ص:۲۲۸)

مرتد کے قتل پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

حنابلہ کا موقف:

(۱) امام موفق الدین ابن قدامہ تمام احادیث کے پیش نظر فرماتے ہیں:

وأجمع اهل العلم علی وجوب قتل المرتد، و روی ذلک عن أبی بکر و عمر و عثمان و علی ومعاذ و أبی موسی و ابن عباس و خالد و غیرهم و لم ینکر ذلک فکان اجماعا. (المغنی: ج:۱۰/ ص:۷۲)

اہل علم کا مرتد کے وجوب قتل پر اجماع ہے، اور یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا گیا پس یہ اجماع ہے۔

(۲) شمس الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

وأجمع اهل العلم علی وجوب قتل المرتد، روی ذلک عن أبی بکر و عمر و عثمان و علی ومعاذ و أبی موسیٰ و ابن عباس و خالد رضی الله عنهم و غیرهم فلم ینکر فکان اجماعا. (الشرح الکبیر: ج:۱۰/ ص:۷۲)

اہل علم کا مرتد کے وجوب قتل پر اجماع ہے، اور یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔اس کا انکار نہیں کیا گیا پس یہ اجماع ہے۔

(۴) ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ومن ارتد عن الاسلام ،وجب قتله ،لما روی ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال :من بدل دینه فاقتلوه ،رواه البخاری و عن عثمان بن عفان قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول :لا یحل دم امریٔ مسلم الا باحدی ثلاث ،رجل کفر بعد اسلامه ،أو زنی بعد احصانه أو قتل نفسا بغیر نفس (الکافی :ج:۴/ص:۱۵۷)

اور جو اسلام سے پھر جائے اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو۔اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے ،اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے سوائے تین کے، جس شخص نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کیا ہو یا اس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو، یا اس نے ناحق کسی جان کو قتل کیا ہو۔

مذاہب اربعہ کی ان امہات الکتب کی عبارات سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، فقہاء اور اہل علم کا اجماع ہے۔

بعض لوگوں کی طرف سے یہ اشکال پیدا کیا جاتا ہے ''اگر کوئی غیر مسلم عیسائی یا یہودی مسلمان ہو جائے تو ہم اس کو قتل نہیں کرتے اگر کوئی مسلمان اپنا دین تبدیل کر لے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔یہ ظلم ہے اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔''

ہر نظام زندگی اور قانون ساز اسمبلی کی جانب سے معاشرے میں امن و امان کی فضاء کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ایسے قوانین کا اجراء کیا جاتا ہے جن کے ذریعے مفسدین اور باغیوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی جاتی ہے بلکہ ساتھ ساتھ انہیں عبرتناک سزا بھی دی جاتی ہے تا کہ دوسرے مجرمین

ان سے سبق حاصل کرتے ہوئے معاشرے کی فضاء کو مکدر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اب اگر باغی ،چور ،ڈاکو یہ اعتراض کریں'' یہ ہمارے حقوق کو پامال کرنا اور ہماری آزادی پر قدغن لگانا ہے لہذا ایسے قوانین کو ختم کیا جائے'' یا زانی مرد وعورت یہ کہیں'' ہم اپنی مرضی سے زنا کرتے ہیں کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں'' تو یقیناً کوئی ذی شعور انسان ان کے حق میں آواز نہیں اٹھائے گا۔ اسی طرح مرتد درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے، معاشرے میں بدامنی پھیلاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی باغیانہ روش اختیار کرنے پر ابھارتا ہے ۔ پس وہ اسی لائق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک قتل ،چوری، ڈکیتی ،زنا اور دیگر جرائم سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اس کی وضاحت ہم قرآن مجید کی آیات مقدسات اور احادیث طیبہ کی روشنی میں کر چکے ہیں ۔ جب کوئی قوم یا حکومت اپنے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں اپنے پابند لوگوں کو موت کی سزا دے سکتی ہے اور فوج میں بھرتی ہونے والے شخص کو مقررہ مدت سے قبل نوکری چھوڑنے پر کڑی سزا دی جاسکتی ہے ،تو کیا وجہ ہے کہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کی بیان کردہ سزا کو قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا جائے۔ دین اسلام قبول کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا لیکن جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے ان احکامات کا پابند ہونا ضروری ہو جاتا ہے جو شریعت نے اس پر لازم کئے ہیں۔

اس بابت یہ بات بھی ذہن پر نقش کر لی جائے کہ قرآن نے انسان کو'' عبد'' کہا ہے جو مغرب کے اس تصور آزادی کے بالکل منافی ہے جس میں انسان کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کو خدا سمجھتے ہوئے لا الہ الا الانسان کا نعرہ لگاتا ہے اور خود کو خیر وشر کا تعین کرنے کا مستحق سمجھتا ہے۔

یہود اور دشمنان دین ،جان بوجھ کر بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جایا کرتے تھے تاکہ اہل ایمان اور اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کے دلوں میں شکوک وشبہات کو پیدا کرسکیں ۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وقالت طائفة من اهل الكتاب امنوا بالذى انزل على الذين امنوا و جه النهار و اكفروا اخر ه لعلهم يرجعون (ال عمران ۳:۷۲)

اور اہل کتاب کا ایک گروہ (لوگوں سے) کہتا ہے کہ تم اس کتاب (قرآن) پر جو

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے دن چڑھے (یعنی صبح) ایمان لایا کرو اور شام کو انکار کر دیا کرو تا کہ (تمہیں دیکھ کر) وہ بھی برگشتہ ہو جائیں۔

اس کی ایک بڑی مثال برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے قبل مسٹر گاندھی کے بیٹے عبد اللہ گاندھی کی ملتی ہے۔ اس نے اسلام میں داخل ہونے کے کچھ عرصہ بعد پھر ہندومت قبول کر لیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصد تھا کہ اسے اسلام میں روحانی تسکین ونجات کے وہ اسباب نہیں مل سکے جو ہندو مذہب میں موجود ہیں۔ اسی طرح کی تدابیر کے ذریعے انھوں نے کروڑوں اچھوتوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا رکھا۔

اسلام نے ارتداد کی سزا مقرر کر کے دشمنان اسلام کی ان سازشوں سے بچنے کا طریقہ واضح کر دیا ہے اگر اس سزا کو نافذ کر دیا جائے تو یقیناً کفار کے ایسے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

غامدی صاحب کا ارتداد کی سزا کے بارے میں نظریہ

غامدی صاحب اپنی کتاب برھان میں لکھتے ہیں:

''ارتداد کی سزا یہ مسئلہ ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث بخاری میں اس طرح نقل ہوئی ہے:

من بدل دینه فاقتلوه (رقم: ۳۰۱۷) ''جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اسے قتل کر دو۔

ہمارے فقہاء اسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق ان کے نزدیک ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک اس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے۔ ان کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کریگا اسے اس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا...... باقی تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر مرتد کی سزا خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اسلامی شریعت میں قتل ہے لیکن فقہا کی یہ رائے محل نظر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا، بلکہ صرف انھی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور جن کیلئے قرآن مجید میں امیین یا مشرکین کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ (برھان: ۱۳۹۔۱۴۰)

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

خلاصہ:

۱۔ فقہاء کے پاس ارتداد کی سزا (موت) سے متعلق صرف ایک ہی حدیث ہے جس کا مدعا وہ صحیح سمجھنے سے قاصر رہے۔

۲۔ مرتد کو قتل کرنے کا حکم کوئی حکم عام نہیں ہے بلکہ یہ صرف انہی مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جن میں سے نبی مکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔

۳۔ مرتد کے قتل کی سزا صرف زمانہ رسالت اور اس وقت تک لئے خاص تھی جب تک مشرکین عرب زندہ رہے۔

۴۔ فقہاء مرتد کی سزا (موت) اپنی رائے سے بیان کرتے رہے ہیں۔

غامدی صاحب کا نظریہ ارتداد، علمی دیانت کے خلاف ہے:

غامدی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے:

''ارتداد کی سزا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے''

(برھان: ص:۱۳۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک فقہاء کے پاس صرف ایک ہی حدیث ہے اور اس کو بھی وہ صحیح سمجھ نہیں سکے۔ احادیث کے حوالے سے ان کا رویہ اسقدر سطحی ہے کہ ہر حدیث کو چاہے وہ تواتر کی حد کو ہی کیوں نہ پہنچی ہوئی ہو خبر واحد کہہ کر اسکی اہمیت کم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں (جسکی مثالیں رجم کے مسئلے میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔ غامدی صاحب کے اس دعوے میں کہاں تک سچائی ہے اس کا اندازہ ہر قاری ارتداد کی سزا کے بارے میں علماء کے دلائل کو پڑھ کر بخوبی لگا سکتا ہے۔ یہ دیانت نہیں ہے تاہم اس محل میں ہم ان کے اس عمل کو حسن ظن کی بناء پر علمی کم مائیگی سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ غامدی صاحب کے مطابق مرتد کی سزا فقہاء نے اپنی رائے کے مطابق بیان کی ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس میں فقہاء کی رائے کا کوئی دخل نہیں۔ فقہاء کرام نے یہ سزا اپنی رائے سے نہیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی ہے۔ اسکے مقابلے میں غامدی صاحب نے اس سزا کو صرف مشرکین عرب کے ساتھ جو خاص کرنے کی جسارت کی ہے یہ بلا شک وشبہ محض ان کی اپنی رائے پر مبنی جس کے لئے مسلمانوں کے علمی ذخیرے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

(ارتداد کی سزا کے صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہونے کے موضوع پر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اوراق میں بحث کریں گے)

غامدی صاحب کے دلائل اور ان کا تجزیہ:

اپنے اس خود ساختہ نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے غامدی صاحب نے چند ایک دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ہم غامدی صاحب کے دلائل کے مکمل اقتباسات نقل کرنے کے بعد ان کے دلائل کا خلاصہ پیش کر کے ان کا تجزیہ کریں گے۔

پہلا اقتباس:

> ''موت کی سزا قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی کسی شخص کو نہیں دی جا سکتی۔ارشاد خداوندی ہے:**انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا** (المائدۃ ۵:۳۲)''جس نے کسی کو قتل کیا،اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں کوئی فساد برپا کیا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا''

یہ قرآن کا صریح ارشاد ہے،لہٰذا ان دو جرائم کے سوا،فرد ہو یا حکومت،یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔'' (برھان:ص:۱۴۳)

دوسرا اقتباس:

''اس زمین پر ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں انسانوں کو رہنے بسنے کا جو موقع حاصل ہوا ہے وہ کسی حق کی بنا پر نہیں،بلکہ محض آزمائش کے لئے ہے۔عالم کا پروردگار جب تک چاہتا ہے کسی کو یہ موقع دیتا ہے اور جب اس کے علم کے مطابق آزمائش کی یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو موت کا فرشتہ آسمان سے اترتا ہے اور اسے یہاں سے لے جا کر اس کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

عام انسانوں کے لئے یہ مدت اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کے مطابق جتنی چاہیں مقرر کرتے ہیں،لیکن وہ لوگ جن میں رسول کی بعثت ہوتی ہے اور جنھیں اس کے ذریعے سے براہ راست دعوت پہنچائی جاتی ہے،ان پر چونکہ آخری حد تک اتمام حجت ہو جاتا ہے،اس وجہ سے اس اتمام حجت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ:امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کے بعد بھی وہ اگر ایمان نہ لائیں تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن مجید میں پوری صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ وہ پھراس کی زمین پر زندہ رہنے کا حق کھودیتے ہیں ۔زمین پر وہ آزمائش ہی کے لئے رکھے گئے تھے اور رسول کے اتمام حجت کے بعد یہ آزمائش چونکہ آخری حد تک پوری ہو جاتی ہے ،اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بالعموم یہی ہے کہ اس کے بعد زندہ رہنے کا یہ حق ان سے چھین لیا جائے اور ان پر موت کی سزا نافذ کردی جائے۔

اس قانون کے مطابق رسول کے براہ رست مخاطبین پر موت کی یہ سزا اس طرح نافذ کی جاتی ہے کہ رسول اور اس کے ساتھیوں کو اتمام حجت کے بعد اگر کسی دارالہجرت میں سیاسی اقتدار حاصل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ابر و باد کی ہلاکت خیزیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے اور رسول کی قوم کو موت کی نیند سلا دیتا ہے۔قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد وثمود، قوم نوح ،قوم لوط اور دوسری بہت سی قومیں اسی طرح زمین سے مٹا دی گئیں، لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کردی جاتی ہے جو اس کے رسول اور اس کے ساتھی اس پر نافذ کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ چونکہ یہی دوسری صورت پیش آئی ، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''امیین'' یعنی آپ کی قوم میں سے جو لوگ ۹ ہجری ذوالحجہ سے محرم کے آخری دن تک ان کے لیے مہلت ہے۔اس کے بعد بھی وہ اگر اپنے کفر پر قائم رہے تو موت کی سزا کا یہ قانون ان پر نافذ کر دیا جائے گا۔چنانچہ فرمایا ہے:

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم و خذوھم و احصروھم و اقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم (التوبہ۹:۵)

پھر جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور اس کے لئے ان کو پکڑو، گھیرو اور ہر گھات میں ان کے لئے تاک لگاؤ، لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کرلیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔ بے شک ،اللہ مغفرت کرنے والا ،رحم فرمانے والا ہے۔

یہی وہ قانون ہے جس کی وضاحت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول

اللہ و یقیموا الصلوۃ و یؤتوا الزکوۃ فاذا فعلوا عصموا منی دمائھم و اموالھم الا بحق الاسلام و حسابھم علی اللہ (مسلم: رقم ۲۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ وہ یہ شرائط تسلیم کر لیں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی، الا یہ کہ وہ اسلام کے کسی حق کے تحت اس حفاظت سے محروم کر دیئے جائیں۔ رہا باطن کا حساب تو وہ اللہ کے ذمہ ہے۔

یہ قانون جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ صرف امیین یعنی نبی ﷺ کی قوم کے ساتھ خاص تھا۔ ان کے علاوہ اب قیامت تک کسی دوسری قوم یا افراد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ اہل کتاب جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے، قرآن مجید نے انھیں بھی اس سے بالصراحت مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ توبہ میں جہاں امیوں کیلئے قتل کی یہ سزا بیان ہوئی ہے، وہیں اہل کتاب کے بارے میں صاف فرمایا ہے کہ وہ اگر جزیہ دے کر اسلامی ریاست میں ایک شہری کی حیثیت سے رہنا چاہیں تو ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔

ارشاد خداوندی ہے:

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ و لا بالیوم الاخر و لا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ و لا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید و ھم صاغرون (توبہ ۹:۲۹)

لڑو ان اہل کتاب سے جو نہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ حرام ٹھیرایا ہے، اسے حرام ٹھیراتے ہیں اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ ان سے لڑو، یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں اور زیردست بن کر رہیں۔

ہماری اس بحث سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون اگر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے تو اس کا یہ لازمی تقاضہ بھی بالبداہت واضح ہے کہ ان امیوں میں سے کوئی شخص اگر ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی اختیار کرتا تو اسے بھی لامحالہ اسی سزا کا مستحق قرار پانا چاہیئے تھا۔ وہ لوگ جن کے لئے کفر کی سزا موت مقرر کی گئی، وہ اگر ایمان لا کر پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹتے تو لازم تھا کہ موت کی یہ سزا

ان پر بھی بغیر کسی تردد کے نافذ کر دی جائے۔ چنانچہ یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من بدل دینه فاقتلوه**۔

نبی ﷺ کے اس حکم میں ''مــن'' اسی طرح امیوں کے لئے خاص ہے، جس طرح اوپر امرت ان اقاتل الناس میں الناس ان کیلئے خاص ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی اصل جب قرآن مجید میں اس خصوص کے ساتھ موجود ہے تو اس کی اس فرع میں بھی یہ خصوصا لازماً برقرار رہنی چاہئے۔

ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے الناس کی طرح اسے قرآن میں اصل سے متعلق کرنے اور قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کے بجائے، اسے عام ٹھیرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود وتعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے'' (برہان: ۱۴۳)

ہم نے مکمل اقتباسات بیان کرنے کا اہتمام اس لئے کیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ غامدی صاحب کی طرف ایسی بات کی نسبت کر کے اسے رد کیا گیا ہے جس کے وہ مدعی نہیں۔

غامدی صاحب کے دلائل کا خلاصہ اور ان کا جواب:

پہلی دلیل: قتل کے حوالے سے غامدی صاحب درج ذیل قرانی آیت سے ایک مستقل اصول اخذ کرتے ہیں:

انـه مَن قَتَلَ نَفساً بِغيرِنَفسٍ او فَسَادٍ فِي الارضِ فَكَا نَّمَا قَتَلَ النَّا سَ جَمِيعاً

(مائدہ: ۳۲)

جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں کوئی فساد برپا کیا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا''

یعنی کسی نفس کا قتل صرف دو ہی صورتوں میں جائز ہے:

(الف) قصاص (قتل نفس بغیر نفس)

(ب) زمین میں فساد پھیلانا (فسادفی الارض)۔

ان دوصورتوں کے علاوہ کسی فرد یا حکومت کے لئے قرآن کریم کی رو سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

پہلی دلیل کا جواب:

غامدی صاحب کا قانون سزائے موت:

غامدی صاحب نے (المائدہ۵: ۳۲) سے یہ قانون اخذ کیا ہے کہ ان دو جرائم (قتل اور فساد) کے سوا، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے در پے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ غامدی صاحب کے اس استدلال میں بنیادی طور چند غلطیاں ہیں۔

(۱) سزائے موت، دو جرائم (قتل نفس بغیر نفس اور فساد فی الارض) اور قرآن حکیم:

غامدی صاحب نے جس آیت سے اپنا قانون اخذ کیا ہے وہ بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غامدی صاحب نے اس آیت کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ان دو جرائم (قتل اور فساد) کے سوا، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے در پے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ غامدی صاحب کا دعوی یہ ہے کہ سورۃ مائدہ کی آیت ۳۲ میں قتل کا جو قانون بیان ہوا ہے اس کے مطابق موت کی سزا دینا صرف انہیں دوصورتوں میں جائز ہے۔ ان کے علاوہ قرآن کی رو سے یہ حق کسی کو حاصل نہیں۔

اگر ہم قرآن حکیم کی آیات مقدسات میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب کا یہ دعوی صحیح نہیں ہے۔

پہلی مثال:

سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق ایک ایسے بچے کو قتل کیا جس نے اس وقت تک کوئی جرم نہیں کیا تھا، تو اس واقعے پر حضرت موسی علیہ السلام کے اظہار کو اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا:

> **فانطلقا حتی اذا لقیا غلاما فقتله قال ا قتلت نفسا زکیة بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا (الکھف ۱۸: ۷۴)**
>
> پھر وہ دونوں چل دیئے یہاں تک کہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو (خضر علیہ السلام نے) اسے قتل کر ڈالا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا آپ نے بے گناہ جان کو بغیر کسی

جان (کے بدلے) کے قتل کر دیا ہے، بے شک آپ نے بڑا ہی سخت کام کیا ہے۔

آیت مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلمات ''اقتلت نفسا زکیۃبغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا '' قابل غور ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا یہ قتل کرنا قصاص کے بغیر تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے لئے خضر علیہ السلام کا عمل بالکل غیر معروف تھا اسی لئے وہ اس پر صبر نہیں کر سکے لیکن تعلم رشد کے شوق میں آپ نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ پھر جب دونوں نفوس قدسیہ میں جدائی کا وقت آیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی وضاحت اس طرح بیان فرمائی:

> **واما الغلام فکان ابوٰہ مؤمنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا و کفرا. فاردنا ان یبدلھما خیرا منہ زکوٰۃو اقرب رحما.** (الکھف ۱۸:۸۰)
>
> اور جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انھیں سرکشی اور کفر پر۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انھیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔

ان آیات مقدسات میں اس بات کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق یہ جان لیا کہ یہ لڑکا مستقبل میں اپنے ایمان دار ماں باپ کو کفر کی طرف پھیر دے گا اس بات کے پیش نظر آپ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق بالکل صحیح تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس جواب کی مخالفت بھی نہیں کی۔

یاد رہے کہ ''بغیر نفس'' کی نفی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کر چکے تھے۔ خضر علیہ السلام نے بحیثیت فرد اس لڑکے کو اپنے علم کے مطابق اپنے والدین کے ایمان کو خراب کرنے اور ارتداد پر مجبور کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا جس کا اس وقت تک اس نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اس سے فساد فی الارض کی بھی نفی ہو گئی تو نتیجہ یہ نکلا کہ خضر علیہ السلام نے دو جرائم (قتل اور فساد) کے سوا اس لڑکے کو قتل کیا۔

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

دوسری مثال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب بچھڑے کی پوجا کر کے ارتداد کا ارتکاب کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اس جرم کی پاداش میں موت کی سزا کو نافذ کیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

> **و اذ قال موسی لقومه یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انه هو التواب الرحیم**(البقرۃ ۲:۵۴)
>
> اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اب اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی) رب کے حضور توبہ کرو پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو، یہی (عمل) تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں بھی قتل نہ تو قصاص کیلئے تھا اور نہ ہی کسی فساد کی پاداش میں۔اگر غامدی صاحب کہیں کہ یہ قتل بھی رسول کی اتمام حجت کے بعد صرف اسکے مخاطبین پر لاگو ہونے والے اصول کے تحت ہے (جیسے کہ مشرکین عرب کیلئے خاص تھا) تو یہ بھی درست نہیں۔وہ اس لئے کہ غامدی صاحب کے مطابق اس عذاب کی دو میں سے کوئی ایک صورت ہوتی ہے ۱) آسمانی عذاب ۲) رسول کا قتال، اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں کیونکہ ابھی موسیٰ علیہ السلام نے اتمام حجت کی ہی کہاں تھی، آپ علیہ السلام کی امت نے بچھڑے کی پوجا تو اس وقت کی تھی کہ جب آپ تورات لینے اللہ کی بارگاہ پیش ہوئے تھے۔آخر کتاب ملنے سے پہلے ہی آپ کی امت پر اتمام حجت کیسے ہوگیا؟ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

> **واتخذ قوم موسی من بعده من حلیهم عجلا جسدا له خوار**
>
> (الاعراف ۷:۱۴۸)
>
> اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا (جو) ایک جسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

یاد رہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک اتمام حجت پیغمبر کی دعوت کا تیسرا مرحلہ ہے اور ان کے مطابق اللہ کا عذاب جزاوسزا کے پانچویں اور آخری مرحلے میں ہوتا ہے۔(میزان: قانون دعوت)

اگر غامدی صاحب اسے فساد فی الارض کی ہی ایک صورت قرار دیں تو پھر تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ اس سے تو غامدی صاحب کے نزدیک ارتداد فساد فی الارض کی ایک صورت بن جائے گا اور مزید بحث کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

تیسری مثال:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

انما جزاء الذین یحاربو ن اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف اوینفوامن الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الاخرۃ عذاب الیم (المائدۃ ۵:۳۳)

بے شک جولوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ عبرتناک طریقے سے قتل کر دیئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں۔ یہ تو ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

اس آیت مقدسہ کے ابتدائی حصے میں محاربہ کی جزاء میں بھی قتل وغیرہ کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔جس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ فساد فی الارض اور قتل نفس بغیر نفس کے علاوہ یہ تیسری صورت (محاربۃ) ہے جس کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

پس ان تینوں مثالوں سے غامدی صاحب کے دعوی کا بطلان ہر عقل وشعور رکھنے والے شخص پر بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

(ب) آیت کا سیاق وسباق:

آیت کے معنی متعین کرنے کے لئے ''نظم'' کی بہت اہمیت ہے۔مگر غامدی صاحب کے

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

نزدیک اس اصول کا استعمال نرالہ ہے۔وہ اور ان کے متبعین اپنے کئی خود ساختہ نظریات کے ثبوت کیلئے اس کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔مثلاً غامدی صاحب اپنی کتاب قانون جہاد میں درج ذیل آیت (قَاتِلوهم حَتّٰى لَا تكونَ فِتنَة وَيَكو نَ الدِّين لِلّٰه . (بقرة: ۱۹۳)

تم ان (مشرکین) سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور (سارا) دین اللہ ہی کیلئے ہو جائے) کے ضمن اپنے اختراع کردہ قانون جہاد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(جہاد کے) دوسرے مقصد (یعنی سرزمین عرب میں دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے) کیلئے بقرہ اور انفال دونوں میں بالترتیب یکو ن الدین لله اور یکو ن الدین کله لله کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔اس سے پہلے جنگ کا حکم قـاتـلـوهـم کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔سیاق کلام سے واضح ہے کہ اس میں ضمیر منصوب (ھم) کا مرجع مشرکین عرب ہیں،لہذا یہ بات تو قطعی ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہاں سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ دین (صرف) سرزمین عرب میں پورا کا پورا اللہ کیلئے ہو جائے۔''
(قانون جہاد:ص:۳۲)

اس مقام پر ہمیں اس استدلال کے غلط یا صحیح ہونے سے بحث نہیں کرنی ، ہم تو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اگر غامدی صاحب ہی کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم زیر بحث آیت کا تجزیہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب کا روئے سخن بنی اسرائیل سے ہے نہ کہ بنی اسماعیل سے اور یہ بات صراحتاً اس آیت میں موجود ہے۔

پوری آیت اس طرح ہے:

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیا ها فکانما احیا الناس جمیعا و لقد جائتهم رسلنا با لبینٰت ثم ان کثیرا منهم بعد ذلک فی الارض لمسرفون (المائدة۵:۳۲)

اسی وجہ سے (حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو اور جس نے بچا لیا کسی جان کو تو گویا بچایا اس نے تمام لوگوں کو اور بے شک آئے ان

کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ پھر بھی بہت سے لوگ ان میں سے
اس کے بعد بھی زمین میں زیادتیاں کرتے ہیں۔

غامدی صاحب عام طور پر آیت کے نظم اور سیاق وسباق پر بھرپور زور دیتے ہیں، لیکن اس مقام پر انہوں نے اپنی کتاب برھان میں اس آیت کا پہلا حصہ (کَتَبنَا عَلٰی بَنِی اِسرَائِیل) اسی لئے نقل نہیں کیا کہ اس بنا پر انکی دلیل کمزوری واضح ہو جائے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں موت کی سزا کا اصول دیا ہی کب جا رہا ہے؟ غامدی صاحب کے اصول کے مطابق تو یہ آیت بنی اسرائیل کی شریعت کے حوالے سے ایک خبر دے رہی ہے۔ یہ آیت مبارکہ بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر اس کے سیاق وسباق کو پڑھا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا قصہ ذکر کرنے کے بعد کہ ایک بھائی نے دوسرے کو قتل کر دیا اور اصحاب نار میں سے ہو گیا اس میں اللہ تعالیٰ نے قتل کرنے کی سنگینی اور کسی جان کو بچانے کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے پھر اس کے بعد اگلی آیت میں محاربین اور فساد فی الارض کا ارتکاب کرنے والوں کی سزا کو بیان کیا ہے۔

(ج) قوانین میں تضاد:

غامدی صاحب کے وضع کردہ قانون قتل کا رسولوں کے ضمن میں قانون قتل سے تقابل کیا جائے تو اس قانون میں اور رسولوں سے متعلق قانون مین ایک واضح تضاد نظر آتا ہے۔ مذکور الصدر قانون میں غامدی صاحب کے مطابق قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی فرد یا حکومت کسی شخص کو موت کی سزا دینے کا حق نہیں رکھتے۔ جبکہ رسولوں سے متعلق قانون میں غامدی صاحب لکھتے ہیں: ’’لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کر دی جاتی ہے جو اس کے رسول اور اس کے ساتھی اس نافذ کرتے ہیں‘‘ (برھان:۱۴۱)

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب ایک اور صورت میں بھی قتل کی سزا دینے کے قائل ہیں اور وہ ’’ان کے نزدیک‘‘ رسول کے ہاتھوں عذاب کی صورت ہے۔ اب غامدی صاحب اپنے وضع کردہ قوانین کے مطابق خود ہی فیصلہ کریں کہ اتمام حجت کے بعد رسول کی قوم کے

کسی فرد یا پوری قوم کا ایمان نہ لانا فساد فی الارض ہے یا قتل نفس بغیر نفس؟ ان دونوں قوانین میں تطبیق کی صورت شاید غامدی صاحب خود ہی طے کر سکتے ہیں۔

غامدی صاحب کی دوسری دلیل:

ارتداد کی سزا کا تعلق کیونکہ صرف قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے اسی لئے آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب میں سے کوئی شخص اگر ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی راہ اختیار کرتا تو اسے بھی لا محالہ اسی سزا کا مستحق قرار پانا چاہیئے تھا۔ نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین یعنی مشرکین عرب کے لئے کفر کی سزا موت مقرر کی گئی، وہ اگر ایمان لا کر پھر اپنی پہلی حالت (شرک) کی طرف لوٹتے تو لازم تھا کہ موت کی یہ سزا ان پر بھی بغیر کسی تردد کے نافذ کر دی جائے۔ چنانچہ ارتداد سے مراد یہ ہے کہ وہ مشرکین عرب جن کے بارے میں

> **فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم و خذوهم و احصروهم و اقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلوٰة و اتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم ان الله غفور رحيم** (التوبہ ۹:۵)
>
> (پھر جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور اس کے لئے ان کو پکڑو، گھیرو اور ہر گھات میں ان کے لئے تاک لگاؤ، لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔ بے شک، اللہ مغفرت کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔)

کہا گیا ان میں سے کوئی ایمان لانے کے بعد پھر شرک کی طرف لوٹ جائے۔ پس دوبارہ شرک کی طرف لوٹنے کی صورت میں اسے بلا تردد قتل کر دیا جائے گا۔ یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من بدل دينه فاقتلوه.**

یعنی:

☆ ارتداد کی سزا کا تعلق قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے پس ارتداد کی سزا صرف نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین۔ آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب۔ کے ساتھ خاص تھی یہاں تک وہ اہل کتاب جو نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں موجود تھے وہ بھی اس حکم سے

خارج ہیں۔اس کے بعد قیامت تک کے لئے کوئی فرد یا حکومت یہ سزا کسی بھی فرد پر نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

☆ ارتداد کی سزا کا تعلق کیونکہ قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے اسی لئے کسی یہودی، نصرانی یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے شخص کو (چاہے وہ زمانہ رسالت میں ہو یا اس کے بعد کے ادوار میں) اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہونے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

☆ اگر ان مشرکین عرب میں سے کوئی مرتد ہو کر اپنی پہلی حالت (شرک) کے بجائے کسی دوسرے مذہب جیسے یہودیت یا عیسائیت کو قبول کر لیتا تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاتا۔

دوسری دلیل کا جواب:

قانون اتمام حجت اور ارتداد کی سزا:

غامدی صاحب نے ارتداد کی اسلامی سزا کا تعلق قانون اتمام حجت سے جوڑنے کی کوشش کی ہے اور اسی پر ان کے پورے نظریئے کی بناء ہے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب، اتمام حجت، رسول کے جہاد اور ارتداد کی سزا کو غامدی صاحب نے احادیث صحیحہ اور مشہورہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی عقل کی بنیاد پر باہمی طور پر اس طرح سے مربوط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے جہاد، اللہ کے عذاب، ارتداد کی سزا اور اتمام حجت کی شرعی حیثیت مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ذیل میں ہم اب غامدی صاحب کی دوسری دلیل کا تجزیہ کریں گے۔

(۱) قیاس میں غلطی:

غامدی صاحب نے اس میں نبی آخر الزماں، خاتم النبیین، رحمت عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ورسالت پر قیاس کیا ہے۔سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کسی خاص قوم کے لئے خاص زمانے میں مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ نبی رحمت عالم ﷺ کو تمام عالمین ومخلوقات کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا:

وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سبا۳۴:۲۸)

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اور (اے حبیب مکرم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (الانبیاء۲۱:۱۰۷)**

اور (اے رسول محتشم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔

ایک اور مقام پر فرمایا: **تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان۲۵:۱)**

(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔

پس ان کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ انکے اس دعوے کی بنیاد ہی درست نہیں ہے۔

(۲) براہ راست مخاطبین:

غامدی صاحب نے نبی مکرم ﷺ کا براہ راست مخاطبین صرف مشرکین کو ٹھہرایا ہے اور سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۹ سے یہود کو اس قانون سے مستثنی کیا ہے جبکہ قرآن پاک کی نصوص صریحہ **یبنی اسرائیل ،یمعشر الجن، یا یھاالناس** وغیرہ اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ کے براہ راست مخاطبین صرف مشرکین عرب ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اور جنات وغیرہ بھی ہیں۔

(۳) قیامت صغریٰ، عذاب استیصال اور توبہ:

غامدی صاحب کے مطابق قوم پر اتمام حجت کے بعد اگر رسول کو دارالھجرت میں سیاسی اقتدار حاصل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب رسول کی قوم کو موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر رسول کو کسی زمین میں سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس کے ہر فرد کے لئے موت کی سزا مقرر کر دی جاتی ہے جو رسول اور اس کے ساتھی اس پر نافذ کرتے ہیں۔ اسی قانون کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں: رسول کے مخاطبین کے لئے ایک قیامت صغریٰ برپا ہو جاتی ہے (میزان:۲۶۴)۔ اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں: دوسری صورت میں عذاب کا یہ

فیصلہ رسول اور اسکے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے (میزان:۱۹۵)۔ایک اور جگہ موصوف لکھتے ہیں: قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اپنی قوم کو ہمیشہ دو عذابوں سے خبر دار کرتے رہیں ہیں: ایک وہ جس سے ان کے منکرین قیامت میں دوچار ہوں گیا اور دوسرا وہ جوان کی دعوت کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرنے والوں پر اسی دنیا میں نازل ہوگا۔وہ اپنی قوم کو یہ بتاتے ہیں کہ وہ زمین پر ایک قیامت صغری برپا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔(میزان:ص:۱۸۵) قانون جہاد میں غامدی صاحب لکھتے ہیں: دوسری صورت (اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف جہاد) کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ کے قانون اتمام حجت سے ہے(میزان:ص:۲۴۲)

غامدی صاحب نے رسول اور اس کے ساتھیوں کے قتال کو قیامت صغریٰ اور عذاب سے تعبیر کیا ہے۔ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ عذاب سے متعلق مختصرا بحث کریں تا کہ مسئلہ صحیح طور پر سمجھنے میں آسانی ہوجائے۔

عذاب کی بحث:

عذاب سے مراد ''عبرتناک سزا'' ہے۔ابن منظور افریقی فرماتے ہیں: و العذاب: النکال و العقوبة، (لسان العرب: ج۱۱ ص:۵۸۵) عذاب عبرتناک سزا اور برے بدلے کو کہتے ہیں۔عذاب کے بارے میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: و العذاب هو الایجاع الشدید (المفردات:ص:۳۲۷) ''عذاب'' سے مراد شدید تکلیف دینا ہے۔اس کی اصل میں علماء کا اختلاف ہے۔امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ اس بارے میں فرماتے ہیں:

> واختلف فی اصله ،فقال بعضهم هو من قولهم عذب الرجل اذا ترک المأکل و النوم فهو عاذب و عذوب فالتعذیب فی الاصل هو حمل الانسان أن یعذب أی یجوع و یسهر و قیل اصله من العذب فعذبته أی أزلت عذب حیاته علی بناء مرضته و قذیته و قیل اصل التعذیب اکثار الضرب بعذبة السوط أی طرفها. (المفردات فی غریب القرآن:ص:۳۲۷)

لفظ عذاب کی اصل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ یہ عذب الرجل کے

محاورہ سے مشتق ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کھانا اور نیند چھوڑ دے۔ اسے عاذب اور عذوب کہتے ہیں۔ پس تعذیب کے معنی یہ ہیں کسی کو بھوکا اور بیدار رہنے پر اکسانا، اور بعض کے نزدیک یہ عذاب سے مشتق ہے لہذا عذبتہ کے معنی ہیں میں نے اسے زندگی کی لذت اور خوشگواریوں سے محروم کر دیا جیسے مرضتہ میں نے اس کا علاج کیا اور قذیتہ میں اس کی آنکھ سے تنکا نکالا۔ بعض نے کہا ہے کہ دراصل التعذیب کے معنی ہیں کسی کو کوڑے کے عذبہ یعنی سرے کے ساتھ متواتر مارنا...... اس سے یہ معلوم ہوا کہ عربی زبان میں لغتاً ''تعذیب'' عبرتناک سزا اور برا بدلہ دینے، کوڑے مارنے، زندگی کی راحتوں سے محروم کرنے، بھوک میں مبتلا رکھنے اور راتوں کی نیند خراب کر کے کسی کو پریشان کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سرکشی، ہٹ دھرمی، حق سے اعراض اور اس پر اصرار کی صورت میں دی جانے والی تکلیف، ہلاکت اور تباہی و بربادی کو بھی عذاب کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم امیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و لقد اخذنا هم بالعذاب (المؤمنون ۲۳:۷۶) اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا۔ اس آیت کے بارے میں ابن منظور لکھتے ہیں

:قال الزجاج الذی اخذوا به الجوع . (لسان العرب:ج:۱/ص:۵۸۵)

زجاج نے کہا ہے کہ جس چیز کے ذریعے قوم کو عذاب میں مبتلا کیا گیا وہ بھوک تھی ۔نافرمان اور سرکش لوگ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی مقررہ زندگی کو پورا کرنے کے بعد حاضر کئے جاتے ہیں تو اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کا مزہ چکھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یتول یعذبه عذابا الیما (التوبہ ۹:۱۷) اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں بھی سرکشوں پر نازل کیا جاتا ہے جیسے قوم نوح، قوم عاد ،قوم ثمود، وغیرہ پر اسی دنیا میں عذاب نازل کیا گیا اور انہیں مسلسل ہٹ دھرمی اور سرکشی کی وجہ سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ دنیا میں اللہ کا عذاب دو طرح سرکش قوم پر مسلط کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کو مکمل طور پر مٹا دیا جاتا ہے اور اس صورت میں ظہور و نزول عذاب کے وقت ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی (اسے عذاب استئصال کہا جاتا ہے) یا پھر ان پر بھوک، قتل، قید، مرض، مال کا ضیاع وغیرہ کی

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

صورت میں عذاب مسلط کیا جاتا ہے۔اس صورت میں اگر وہ اللہ کی طرف رجوع کرلیں تو ان کی توبہ قبول کرلی جاتی ہے۔

عذاب کا کلمہ کی نسبت قرآن مجید میں مخلوقات کی طرف بھی کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واذنجینکم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابنائکم و یستحیون نسائکم (البقرۃ۲:۴۹)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں انتہائی سخت عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

فرعون ایک انتہائی سرکش اور ظالم حکمران تھا وہ ان سے بیگار لیتا اور ان کے بیٹوں کو قتل کردیتا تھا۔قرآن نے بنی اسرائیل پر اس کی جانب سے کئے گئے مظالم کو عذاب سے تعبیر کیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے کنیزوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: **فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب (النساء۴:۲۵)** اور جب وہ نکاح سے محفوظ ہو جائیں پھر اگر وہ ارتکاب کریں بدکاری کا تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لئے ہے۔اس آیت مقدسہ میں جو کنیز زنا کا ارتکاب کرے اس کی (کوڑوں کی) سزا کو عذاب بتایا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ویدرأعنھا العذاب ان تشھد اربع شھدات باللہ انہ لمن الکذبین۔ (النور۲۴:۸)

اور (اسی طرح) یہ بات اس (عورت) سے (بھی) سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر خود گواہی دے کہ وہ (مرد اس تہمت لگانے میں) جھوٹا ہے۔

اس مقام پر لعان کے احکامات بیان کئے جارہے ہیں کہ ایک عورت جس پر اس کے شوہر نے زنا تہمت لگائی ہے اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو حد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی چار بار قسم کھائے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اس نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ

کا غضب ہو اگر میرا شوہر سچا ہو۔اس مقام پر بھی عذاب کا کلمہ حد اور شرعی سزا کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سورۃ یسین میں ایک قوم کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلاتے ہوئے کہا:

قالوا انا تطیر نا بکم لئن لم تنتھوا لنرجمنکم و لیمسنکم منا عذاب الیم

(سورۃ یسین ۳۶:۱۸)

(بستی والوں نے) کہا:ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے اگر تم واقعی باز نہ آئے تو ہم تمہیں یقیناً سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور درد ناک عذاب پہنچے گا۔

اس آیت مقدسہ بیان کیا گیا ہے کہ جب قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو رجم کرنے اور درد ناک تکلیف دینے کا ارادہ کیا۔قرآن میں اس کو بھی عذاب کہا ہے۔

حضرت ایوب (علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا:**و اذکر عبدنا ایوب اذا نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب** (ص ۳۸:۴۱)

اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بڑی اذیت اور تکلیف پہنچائی ہے۔یہاں عذاب کا کلمہ مرض،درد اور شیطانی وساوس کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں مستعمل کلمہ''عذاب'' کی مخلوق کی طرف نسبت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کا کلمہ اگر مخلوق کی طرف منسوب کیا جائے تو اس سے مراد وہ عذاب نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکشوں پر نازل کیا جاتا ہے بلکہ اس وقت اس کلمہ کا استعمال لغوی اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

عذاب سے متعلق اس تمام وضاحت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ہم سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۴ میں تامل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وقاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم و یخزھم و ینصرکم علیھم و یشف صدور قوم مؤمنین (التوبۃ ۹:۱۴)

تم ان سے جنگ کرو،اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کریگا اور

فرض وہ امر ہے جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو (اصول فقہ)

ان (کے مقابلہ) پر تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینوں کو شفاء بخشے گا۔

نظم آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ذریعے مشرکین کو قتل کروانے کو عذاب کہا ہے۔ یہ عذاب کی وہ صورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فان تابوا و اقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فخلوا سبيلهم. (التوبة ۹: ۵)

لیکن وہ اگر کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انھیں چھوڑ دو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وما كان الله ليعذبهم و انت فيهم (الانفال ۸: ۳۳)

اور اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درانحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں موجود ہوں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔ مذکور الصدر دونوں آیات کے معانی میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط کئے جانے والے دنیاوی عذاب کے معاملہ میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو یہ تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں عذاب سے مراد ''عذاب استئصال'' ہے۔ ''عذاب استئصال'' سے مراد عذاب کی وہ صورت ہے جس میں سرکش قوم کو اصلا مٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی وجہ سے ان کو مکمل طور پر سابقہ امم کی طرح نیست و نابود نہیں کیا جائے گا۔ پس سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۴ و **قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم** میں عذاب کی دوسری صورت کو بیان کیا گیا ہے جس میں قوم کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاتا اور توبہ کرنے کی صورت میں ان کی توبہ کو قبول بھی کر لیا جاتا ہے جبکہ عذاب استئصال کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔

اس بارے میں امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فان قالوا أليس أنه تعالىٰ قال: ماكان الله ليعذبهم و انت فيهم، فكيف قال هھنا يعذبهم الله بايديكم ؟قلنا: المراد من قوله و ما كان الله ليعذبهم و انت فيهم عذاب الاستئصال و المراد من قوله يعذبهم الله بأيديكم

عذاب القتل و الحرب ،و الفرق بین البابین أن عذاب الاستئصال قد یتعدی الی غیر المذنب و ان کان فی حقه سببا لمزید الثواب ،اما عذاب القتل فالظاهر انه یبقی مقصورا علی المذنب (التفسیر الکبیر:ج:۱۶/ص:۳)

خلاصہ: اگر یہ کہا جائے کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم ، اور اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درانحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں موجود ہوں ۔اور یہاں فرمایا: یعذبهم الله بایدیکم، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا،تو ان دونوں آیات میں تطبیق کیونکر ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم میں عذاب سے مراد عذاب استئصال ہے اور یعذبهم الله بایدیکم، سے مراد قتل اور جنگ کا عذاب ہے ۔ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عذاب استئصال کی صورت میں کبھی کبھی ان کو بھی موت آلیتی ہے جو گناہ گار نہیں ہوتے اور یہ عذاب ان کے حق میں مزید ثواب کا باعث بن جاتا ہے ۔جبکہ عذاب قتل میں صرف گناہ گاروں کو ہی سزا دی جاتی ہے۔

امام ابو حیان فرماتے ہیں : تعذیبهم بأیدی المؤمنین هو فی الدنیا بالقتل و الاسر و النهب (تفسیر البحر المحیط :ج:۵/ص:۱۷)

اور مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں عذاب دینے سے مراد دنیا میں قتل ،قید، مال غنیمت کا عذاب ہے۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

(وما کان الله لیعذبهم و انت فیهم و ما کان الله معذبهم و هم یستغفرون)أی ما کا ن الله یعذبهم عذاب الاستئصال، وقول (و مالهم الا یعذبهم الله)لا یعذبهم بالسیف (المفردات:ص:۳۲۷)

وما کان الله لیعذبهم و انت فیهم و ما کان الله معذبهم و هم یستغفرون)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب استئصال نہیں دے گا۔اور (ومالهم الا یعذبهم الله) میں عذاب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں تلوار کا عذاب نہیں دے گا۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں: **انه يعذبهم بأيديهم قتلا** (الکشاف: ج:۲/ص:۲۵۲)
یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں بطور قتل عذاب دے گا۔

خلاصہ:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب دوصورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔(۱) عذاب استیصال، (۲) جنگ، قتل یا قید وغیرہ کا عذاب، پہلی صورت میں سرکشوں کو اصلا مٹا دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ معصوم لوگ بھی موت کا مزہ چکھ لیتے ہیں تاہم انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عطا کیا جاتا ہے نیز ظہور ونزول عذاب کے وقت ان سرکشوں کی توبہ بھی قبول نہیں کی جاتی ،جبکہ دوسری صورت میں مجرمین کو اصلانہیں مٹایا جاتا اور یہ عذاب صرف اور صرف مجرمین تک ہی مقصور رہتا ہے ،اس صورت میں اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی سابقہ غلطیوں پر پشیمان ہوکر رجوع کرلیں تو ان کی توبہ بھی قبول کرلی جاتی ہے۔

قیامت صغریٰ ہو یا کبریٰ ،عذاب الیم ہو یا عظیم ہرصورت میں اتمام حجت کے بعد جب مجرمین اللہ تعالیٰ کا عذاب استیصال دیکھ لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان کو مہلت دی جاتی ہے۔فرعون نے جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھا تو اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا لیکن اس وقت ایمان لانا کسی کام کا نہ آیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **حتى اذا ادركه الغرق قال امنت انه لا الـه الا الـذى امنت به بنوا اسرائيل و انا من المسلمين الئن و قد عصيت قبل و كنت من المفسدين** (یونس۱۰: ۹۰،۹۱) یہاں تک کہ جب اسے (یعنی فرعون کو) ڈوبنے نے آلیا وہ کہنے لگا :میں اس پر ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس (معبود) کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں (اب) مسلمانوں میں سے ہوں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

> **وانـذر الـناس يوم يا تيهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنا اخرنا الىٰ اجل قـريب نجب دعوتك و نتبع الرسل اولم تكونوا اقسمتم من قبل ما لكم مـن زوال و سكـنتـم فـى مسكن الذين ظلموا انفسهم و تبين لكم كيف**

☆فرض وہ فعل ہے جسے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو اور جسے جان بوجھ کر ترک کرنا سخت گناہ ہے☆

فعلنا بهم و ضربنا لكم الامثال وقد مكروا مكرهم وعندالله مكرهم وان كان مكرهم لتزول منه الجبال فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ان الله عزيز ذوانتقام (ابراهيم١٤:٤٤-٤٥-٤٦-٤٧)

اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آ پہنچے گا تو وہ لوگ جو ظلم کرتے رہے ہوں گے کہیں گے: اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کر لیں اور رسولوں کی پیروی کر لیں۔ (ان سے کہا جائے گا) کہ کیا تم ہی لوگ پہلے قسمیں نہیں کھاتے رہے کہ تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اور تم (اپنی باری پر) انہی لوگوں کے (چھوڑے ہوئے) محلات میں رہتے تھے (جنہوں نے اپنے دور میں) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا حالانکہ تم پر عیاں ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے (فہم کے) لئے مثالیں بھی بیان کی تھیں۔ اور انہوں نے (دولت و اقتدار کے نشہ میں بدمست ہو کر) اپنی طرف سے بڑی فریب کاریاں کیں جبکہ اللہ کے پاس ان کے ہر فریب کا توڑ تھا، اگر چہ ان کی مکارانہ تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اکھڑ جائیں۔ سو اللہ کو ہرگز اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا! بے شک اللہ غالب، بدلہ لینے والا ہے۔

جبکہ ایک اور مقام پر قوم یونس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرعون کے غرق ہونے کے وقت ایمان لانے کے واقعہ اور چند آیات کے بعد ارشاد فرمایا:

ان الذين حقت عليهم كلمت ربك لا يؤ منون و لو جائتهم كل اية حتى يروا العذاب الاليم فلو لا كانت قرية امنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لما كشفنا عنهم عذاب الخزى فى الحيوة الدنيا و متعناهم الىٰ حين

(يونس ١٠:٩٦-٩٧-٩٨)

(اے حبیب مکرم) بے شک جن لوگوں پر آپ کے رب کا فرمان صادق آ چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر چہ ان کے پاس سب نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب (بھی) دیکھ لیں۔ پھر قوم یونس (کی بستی) کے سوا کوئی اور ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو اور اسے اس کے ایمان لانے نے فائدہ دیا ہو۔ جب (قوم

یونس کے لوگ نزول عذاب سے قبل صرف اس کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیوی زندگی میں (ہی) رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے انہیں ایک مدت تک منافع سے بہرہ مند رکھا۔

ان آیات مقدسات سے معلوم ہوا کہ اتمام حجت اور ظہور و نزدل عذاب کے بعد توبہ فائدہ نہیں دیتی۔ اب ان آیات کی روشنی میں اگر غامدی صاحب کے تصور قیامت صغریٰ اور زمین پر آسمانی عدالت کے قیام کے نظریے میں غور کیا جائے تو اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نظام کو نافذ کرنے اور فتنہ و فساد کو ختم کرنے کیلئے رسول کے شرعی عمل و فیصلہ ''جہاد'' کو محض ''عذاب اللہ'' کہا جائے تو عذاب کے ظہور کے بعد توبہ کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر غامدی صاحب کے اس ''عذاب الٰہی'' کے تصور کو مان لیا جائے تو سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ کے آخری حصے **فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم** کی کیا توجیہ کی جائے جس میں ان کو توبہ کرنے پر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے؟ یعنی ان کیلئے اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اگر وہ ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو ان کی نافرمانیوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ پھر قرآن مجید نے صرف توبہ ہی کی بات نہیں کی، بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ اگر ان مشرکین میں سے کوئی پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لایعلمون (التوبۃ ۹ : ۶)

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ پھر اسے اسکی امن گاہ میں پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کرنا چاہئے کہ یہ ایسی قوم ہیں جو (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر ان مشرکین میں سے کوئی مشرک قرآن کے پیغام کو سننے، سمجھنے اور اپنی غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزرنے کے بعد بھی آنا چاہے تو اسے یہ موقع دیا جائے گا اور اگر وہ حق کو اب بھی قبول کر لے تو فبہا ورنہ اس کو بحفاظت اس کی قیام گاہ تک پہنچا دیا جائے۔ اب دیکھئے مشرکین عرب کو نہ صرف توبہ بلکہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

ایمان لانے کا بھی موقع دیا جارہا ہے اور یہ رعایت انہیں من حیث القوم یہ کہہ کر دی جارہی ہے کہ انہیں حقیقت کا علم ہی نہیں ہے۔اب قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ غامدی صاحب کے تصورات کی قرآن کی صریح اور قطعی نصوص کے مقابلے میں کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟

غامدی صاحب نے جہاں اتمام حجت کے بعد دنیا میں اللہ کے عذاب کی صورتوں کو بیان کیا وہاں عذاب استیصال اور عذاب قتل وحرب وغیرہ میں فرق کو سمجھنے میں خطاء کرتے ہوئے رسول اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہونے کی عذاب کی صورت کو عذاب استیصال قرار دے دیا جس سے سرکش قوم کے توبہ قبول ہونے کا تصور بالکل بے معنی ہوجاتا ہے۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

> ''دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اس کے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔اس صورت میں قوم کو کچھ مہلت مل جاتی ہے۔رسول اس عرصے میں دار الہجرت کے مخاطبین پر اتمام حجت بھی کرتا ہے۔اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی تربیت اور تطہیر وتزکیہ کے بعد انھیں اس معرکۂ حق وباطل کے لئے تیار بھی کرتا ہے اور دار الہجرت میں اپنا اقتدار بھی اس قدر مستحکم کر لیتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ منکرین کے استیصال اور اہل حق کی سرفرازی کا یہ معرکہ سر کر سکے۔(میزان:ص:۲۶۵)

اس عذاب سے متعلق غامدی صاحب کی تحریر کے کافی حوالے ہم پیچھے ذکر کرآئیں ہیں۔ پس غامدی صاحب کا رسول اور اس کے ساتھیوں کے شرعی جہاد کو عذاب استیصال قرار دینا غلط ہے۔

سورۃ التوبۃ ۹:۵ اور حدیث تبدیل دین کا تعلق غامدی صاحب کے ارتداد کے متعلق نظریات کا مدار جس بات پر ہے وہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ اور حدیث من بدل دینه فاقتلوه کا باہمی تعلق ہے۔غامدی صاحب کا حدیث مذکور اور ارتداد کی سزا کا صرف مشرکین کے ساتھ تعلق جوڑنا کئی وجوہ سے ناقابل قبول ہے۔

(ا) دعوی بلادلیل:

غامدی صاحب کے پاس کوئی ایسی آیت،حدیث یا صحابی کا قول مقبول نہیں ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہو کہ حدیث مذکور کا تعلق صرف اسی آیت (۹:۵) سے ہے۔غامدی صاحب کے اس بیان

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

کی بناء صرف اور صرف انکے عقلی دلائل پر ہے۔ محض عقل کی بنیاد پر اس تعلق کو بیان کر کے انھوں نے اکابر صحابہ کرام اور علمائے امت کو شریعت میں ارتداد کی سزا کی صورت میں ایک نئے حکم کو داخل کرنے کی وجہ سے گمراہ قرار دے دیا ہے جن کی اقتداء ہر دور میں سواد اعظم کا عمل رہا ہے۔ غامدی صاحب سمجھتے ہیں کہ شاید علم کی دنیا میں محض دعویٰ کر کے اس پر دھونس جمانا بھی ایک دلیل ہے، اور کسی دلیل کے ساتھ لفظ 'صریح' یا 'قطعی' لکھ دینے قطعی اور لائق احتجاج بن جاتی ہے۔ آپ غامدی صاحب کی کوئی کتاب اٹھالیں، اپنی ہر نحیف ونزار دلیل کے ساتھ بھی غامدی صاحب ان الفاظ کو جوڑ کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دلیل دینے کا حق ادا کر دیا۔ اپنے بے بنیاد دعوؤں میں وزن پیدا کرنے کے لئے وہ قاری اور سامع کو اپنی لفاظیت اور زبان دانی میں اس طرح محو کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ

قاری ان کی دلیل کے بجائے ان کے الفاظ کی عمومیت اور جادوگری کے وزن تلے دب جائے۔ اس کی ایک مثال اسی مضمون میں دیئے گئے ایک اقتباس سے حاضر خدمت ہے۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں:

> ''اس زمین پر ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں انسانوں کو رہنے بسنے کا جو موقع حاصل ہوا ہے وہ کسی حق کی بنا پر نہیں، بلکہ محض آزمائش کیلئے ہے۔''

ذرا خط کشیدہ الفاظ کی عمومیت وقطعیت پر غور کیجئے۔ غامدی صاحب نے یہ دعویٰ اس بلند و بانگ طریقے سے کیا ہے گویا اس زمین پر ایسا کوئی شخص ہے ہی نہیں جو اس حقیقت سے نا واقف ہو، یہ حقیقت غامدی صاحب کو معلوم ہونی چاہئے کہ اہل علم ونظر کے نزدیک لفاظیت اور جذباتیت کی نہیں بلکہ مستند علمی مواد و مستحکم دلائل کی اہمیت ہوتی ہے جسکا غامدی صاحب کے ہاں سب سے زیادہ فقدان ہے۔

جب بھی غامدی صاحب سے پوچھا جائے کہ جناب فلاں مسئلے میں تو تمام علماء کی رائے مختلف ہے، تو یہ آن لائن بڑے طمطراق سے فرماتے ہیں کہ 'تاویل کا فرق ہوسکتا ہے یہ میری اپنی رائے ہے'۔ لیکن اپنی تحریر میں وہ اس بات کا اظہار برملا کرتے ہیں کہ علمائے امت سوءِ فہم اور قلت تدبر کی وجہ سے دین کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے دین میں نئی نئی سزائیں اور احکامات داخل کرنے کا گناہ کبیرہ کر بیٹھے ہیں نیز یہ کہ شریعت بس وہی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ دی ہے۔ تقریر اور

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

تحریر کی اس دورنگی کو کیا نام دیا جائے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم غامدی صاحب پر اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دینی مسائل کا معاملہ ہے آپ کے گھر کا نہیں کہ آپ جس طرح چاہیں اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ غامدی صاحب تو جمہوریت کے قائل ہیں اور اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ آخری فیصلہ تو پارلیمنٹ کو کرنا ہے پھر آخر وہ کون سا محرک ہے جو انھیں جمہور علمائے اسلام اور اجماع امت سے دور لے جا چکا ہے؟

(ب) سیاق وسباق اور آیت وحدیث کا باہمی تعلق:

اس آیت مقدسہ کے کلمات اور سیاق وسباق کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ارتداد کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ آیت میں تو مشرکین کو قتل کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان کے ایمان لانے اور ایمان سے پھر جانے کا کوئی بیان ہے ہی نہیں۔ پس حدیث 'من بدل دینه فاقتلوه' 'اور اس آیت کے کلمات کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے مابین وہ تعلق سرے سے موجود نہیں جو غامدی صاحب نے بیان کیا ہے۔

(ج) نقل حدیث میں دھوکہ:

غامدی صاحب نے حدیث ''من بدل دینه فاقتلوه'' کو مکمل نقل نہیں کیا۔ اگر اس حدیث کو مکمل پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایک حکم عام ہے اور صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص نہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة قال اتی علی بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دینه فا قتلوه (البخاری: کتاب استتابة المعاندین و المرتدین و قتالهم: باب: حکم المرتد والمرتدة)

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ''زنادقہ'' کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو

آپ نے فرمایا: اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو'' اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کردو۔

اس روایت میں عبداللہ بن سبا یہودی کے گروہ کو قتل کرنے کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا دعوی کیا تھا نہ کہ مشرکین عرب کا، اس حدیث شریف میں تو ان بد بخت افراد کی سزا بیان کی گئی ہے جن کا ''ذکر ارتداد اور قرآن'' کی بحث میں گزر چکا ہے اور اس جرم عظیم پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

(د) اہل کتاب اور ارتداد کی سزا:

غامدی صاحب نے قانون اتمام حجت اور ارتداد کی سزا کے مابین تعلق بیان کر کے اہل کتاب کو اس معاملہ سے مستثنی کرتے ہوئے اس سزا کو صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص کر دیا ہے ۔غامدی صاحب کا یہ موقف اجماع خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کے صریح خلاف ہے ۔ہم احادیث اور اقاویل علماء کی روشنی میں یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ صرف نبی مکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں اہل کتاب کو (اسلام قبول کرنے کے بعد) اپنے باطل مذاہب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے قتل کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی اس سزا کو اسی شدت کے ساتھ نافذ کیا ہے۔بالخصوص حضرت علی ،حضرت معاذ بن جبل ،حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت عبد اللہ بن عمر ،رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہودیوں اور نصرانیوں کو مرتد ہونے پر قتل کرنا غامدی صاحب کے نظریات کو بنیادوں سے اکھیڑ دیتا ہے۔

غامدی صاحب کو چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے وضع کردہ اصول کے پیش نظر تمام احادیث باب پر نظر کرنے کے بعد اس حدیث کے مفہوم کا تعین کرتے لیکن انہوں نے اپنے ہی اصول کو پس پشت ڈال کر علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا ہے ۔ہم یہاں غامدی صاحب کو ان کے ''احادیث باب پر نظر'' کا اصول یاد دلانا چاہتے ہیں ۔موصوف لکھتے ہیں: ''کسی حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت

☆تخصيص العام بالنية مقبولة ديانة لا قضاء ☆

اس باب کی تمام روایات پیش نظر رکھی جائیں۔ بار ہا ایسا ہوا ہے کہ آدمی حدیث کا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن اسی باب کی تمام روایتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ مفہوم بالکل دوسری صورت میں نمایاں ہو جاتا ہے۔۔۔۔لہذا یہ ضروری ہے کہ کسی حدیث کے مفہوم میں تردد ہو تو وہ احادیث باب کو جمع کئے بغیر اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے۔'' (میزان:۲۳)

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ''یہودی'' کو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں مرتد ہونے پر قتل کرنے کا واقعہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ کے فوراً بعد نقل کیا ہے۔افسوس کی بات تو یہ ہے کہ غامدی صاحب نے اس مقام پر اجماع امت تو دور کی بات خود اپنے ہی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس روایت کو نقل نہیں کیا کیونکہ نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ فیصلہ غامدی صاحب کے باطل نظریات کی قلعی کھول دیتا ہے۔

غامدی صاحب کہ بیان کردہ قانون اتمام حجت و حدیث کے تعلق سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ان کے نزدیک اگر وہ شخص ارتداد کا راستہ اختیار کرتا ہے جس نے بچپن یا جوانی اسلام کی حالت میں گزاری ہو تو وہ بھی موت کی سزا کا حقدار نہیں ہوتا اگر چہ اس کا تعلق نبی کریم ﷺ کی قوم سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا تعلق تو ان مشرکین عرب سے ابتداء تھا ہی نہیں ،جن کو قتل کرنے کا حکم سورۃ توبہ کی آیت نمبر پانچ میں کیا گیا ہے۔اس کا خام ہونا بھی بالبداہت ثابت ہے کیونکہ ارتداد سے متعلق آیات واحادیث کی روح اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

غامدی صاحب کی تیسری دلیل:

حدیث من بدل دینہ کا تعلق سورۃ توبہ کی آیت نمبر:۵ کے ساتھ ہے جو اس حکم کی اصل ہے۔اس حدیث میں کلمہ ''من''صرف مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے اسی لئے ارتداد کی سزا صرف نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین__ آپ ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب،جن کا تعلق آپ ﷺ کی قوم سے تھا__ کے ساتھ خاص تھی۔اس کے بعد قیامت تک کے لئے کوئی فرد یا حکومت یہ سزا کسی بھی فرد پر نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

یعنی سورۃ توبہ:۵ اور اس حدیث کے باہمی تعلق کو امت مسلمہ میں سے کوئی مجتہد،مفسر محدث،فقیہ،نہیں سمجھ سکا اسی لئے علماء نے قلت تدبر کی وجہ سے دین میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

جس کا اصلا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے دوسرے الفاظ میں وہ تمام دین میں نئی چیزیں شامل کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) گمراہ ہیں۔

تیسری دلیل کا جواب:

حدیث من بدل دینه کا عموم:

من بدل دینه فاقتلوه میں کلمہ'' مَنْ '' اپنے معنی کے اعتبار سے عام ہے اور اس کے معنی کا اقتضاء یہ ہے کہ اس کو حکم عام سمجھا جائے۔ اس میں کسی ایسے کلمہ کا ذکر نہیں ہے جس سے کلمہ مَنْ کا مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اس کلمہ کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی اسلام لانے کے بعد کفر کا راستہ اختیار کرے گا اسے قتل کر دیا جائیگا اب وہ عیسائیت، یہودیت ،مجوسیت یا کوئی بھی مذہب قبول کرے اسے موت کی سزا دی جائیگی۔

مرتد کے قتل پر تمام خلفائے راشدین ،صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین، محدثین، متفقہین اور علمائے امت کا اجماع ہے۔ ہماری اس بات کی تائید حضرت معاذ بن جبل ،حضرت ابوموسی ،حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے بھی ہوتی ہے جس میں مرتد یہودی اور نصرانی کو قتل کیا گیا تھا۔ جبکہ غامدی صاحب کے بیان کردہ تعلق سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ مشرکین عرب میں سے اگر کوئی ایمان لانے کے بعد پھر اسی ظلم عظیم یعنی شرک کی طرف لوٹتا تو یہ سزا اس پر نافذ کی جاتی۔ اس سے لازمی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے اگر وہ شرک کے بجائے تبدیل دین کے بعد یہودی یا عیسائی وغیرہ بن جاتا تو اسے پھر قتل نہ کیا جاتا۔ پس غامدی صاحب کا کلمہ من کو مشرکین کے ساتھ خاص کرنا قران وسنت، اجماع امت، آیت (التوبہ ۹:۵) اور حدیث کے سیاق وسباق نیز ان کے مقاصد اور عربیت کے خلاف ہے۔

ارتداد کی سزا اور بائبل:

غامدی صاحب کے نزدیک'' اب بھی قدیم صحائف جو اس وقت تورات، زبور اور انجیل کی صورت میں بائبل کے مجموعہ صحائف میں موجود ہیں اگر چہ ان میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ کی نازل کردہ حکمت اور شریعت کا ایک خزانہ اللہ تعالیٰ کے خاص اسالیب

بیان میں اب بھی ان میں دیکھ لیا جا سکتا ہے'' (میزان:۵۰)

غامدی صاحب کے اس نظریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اتمام حجت کے لئے بائبل سے بھی کچھ ثبوت پیش کر دیتے ہیں جن میں مرتد کو قتل کئے جانے کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔

And hath gone and served other gods,and worshipped them ,either the sun,or moon,or any of the host of heaven ,which I have not commanded ....Then shalt thou bring that man or that woman ,which have commited that wicked thing ,unto thy gates ,even that man or that woman ,and shalt stone them with stones, till they die.(Deuteronomy:17.3 to 5)

اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو۔اور جاکر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو۔اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو اپنا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔(کتاب مقدس:بائبل سوسائٹی،انارکلی لاہور)

He that sacrificeth unto any god ,save unto the Lord only,he shall be utterly destroyed.(Exodus:22.20)

''جو کوئی خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔(کتاب مقدس:بائبل سوسائٹی،انارکلی لاہور)

If there arise among you a prophet,or a dreamer of dreams ,and giveth thee a sign or a wonder,And the sign or the wonder come to pass,whereof he spake unto thee,saying,Let us go after other gods which thou hast not known ,and let us serve them .thou shalt not hearken unto the words of that prophet or that dreamer of dreams :for the

Lord your God 'proveth you ,to know whether ye the Lord your God with all your heart and with all your soul.Ye shall walk after the Lord your God,and fear him,and keep his commandments,and obey his voice,and ye shall serve him,and cleave unto him.

And that prophet, or that dreamer of dreams, shall be put to death because he hath spaken to turn you away from the Lord your God,(Deuteronomy:13.1 to 5)

''اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اور وہ نشان یا عجیب بات جس کی اس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اور معبودوں کی جن سے تو واقف نہیں پیروی کر کے ان کی پوجا کریں۔تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائیگا تا کہ جان لے کہ تم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں۔تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرنا اور اس کا خوف ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا اور اس کی بات سننا۔تم اسی کی بندگی کرنا اور اسی سے لپٹے رہنا۔وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے (جس نے تم کو ملک مصر سے نکالا اور تجھ کو غلامی کے گھر سے رہائی بخشی)بغاوت کرنے کی ترغیب دی تا کہ تجھ کو اس کی راہ سے جس پر خداوند تیرے نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔یوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی کو دور کر دینا۔(کتاب مقدس:بائبل سوسائٹی،انارکلی لاہور)

بائبل کے مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ بائبل کے مطابق شریعت موسوی علی صاحبھا السلام میں بھی مرتد کی سزا قتل ہی تھی۔جناب غامدی صاحب کو چاہیئے کہ ان حوالوں کو بار بار پڑھیں شاید کہ انھیں کو یہ شریعت وحکمت کا نادر نکتہ ہاتھ آجائے۔

ارتداد کی سزا کا انکار:

غامدی صاحب نے جس درجہ میں جا کر ارتداد کی سزا کو قبول کیا ہے اس سے ارتداد کی سزا

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر قارئین غامدی صاحب کے قانون میں غور کریں تو ان پر موصوف کا فریب واضح ہو جائے گا۔ بظاہر تو تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارتداد کی سزا کو ایک خاص زمانے وقوم کے لئے اسلامی سزا مانتے ہیں لیکن تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مشرکین کو قتل کرنا ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرنے پر ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ حکم فاقتلوا المشرکین کی وجہ سے تھا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قتل کا سبب ارتداد نہیں بلکہ شرک ہے۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ غامدی صاحب مغرب زدہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اور اسلام کو (جدید اصطلاح کے مطابق) اعتدال پسند دین ثابت کرنے کی کوشش میں ارتداد کی سزا کا سرے سے ہی انکار کر بیٹھ ہیں۔ اگر غامدی صاحب ان کو دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے اور ارتداد کی وجہ سے قتل کرنا قبول کر لیں تو یہ ان کے اصولوں میں تضاد کا سبب بن جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک قرآن کی رو سے فساد فی الارض اور قتل نفس کے علاوہ کسی اور جرم میں موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ اگر وہ کفر و شرک کو قتل کی وجہ قرار دیتے ہیں جو حقیقتاً ارتداد کی سزا کا صراحتاً انکار ہے تو اس صورت میں ان کا یہ نظریہ قرآن وسنت اور اجماع خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہو جائے گا جس کے ضلال مبین ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم و سائت مصیرا (النساء۴:۱۱۵)

اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالاخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

جناب غامدی کی خطائیں:

اب ہم اس موضوع کے ضمن غامدی صاحب کی خطاؤں کا اجمالی ذکر کریں گے۔

۱۔ غامدی صاحب نے ارتداد کی سزا کو جس درجہ میں جا کر قبول کیا ہے اس میں احادیث رسول مکرم ﷺ بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں اور ارتداد کی سزا کا انکار ہو جاتا ہے۔

۲۔ غامدی صاحب نے قانون اتمام حجت اور احادیث ارتداد کی جو تاویلات کی ہیں وہ نصوص قرآنی، احادیث طیبہ، اجماع خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین، مفسرین اور امت کے توارث کے خلاف ہیں۔

۳۔ غامدی صاحب کا بیان کردہ خودساختہ قانون قتل قرآن کی نصوص کے خلاف ہے۔

۴۔ غامدی صاحب نے تمام خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مجتہدین، مفسرین اور امت کو دین میں ایک نئی سزا داخل کرنے اور اس کو قبول کرنے پر بدعتی و گمراہ قرار دے دیا ہے۔

۵۔ غامدی صاحب نے فقہاء پر جھوٹ باندھا ہے کہ ان کے پاس ارتداد کی سزا سے متعلق محض ایک ہی حدیث ہے اور ان لوگوں نے ارتداد کی سزا کو اپنی رائے سے بیان کیا ہے۔

۶۔ غامدی صاحب کے پاس اپنے دعووں کے ثبوت میں کوئی آیت، حدیث، یا قول صحابی نہیں ہے۔ انہوں نے تمام باتیں صرف اپنی عقل دلائل کی بنیاد پر پیش کی ہیں۔

دعوت اصلاح:

اس مضمون کے آخر میں ہم غامدی صاحب کو پرخلوص نصیحت کرتے ہیں کہ استغفار کی اس عمر میں **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاوک** کے پیش نظر بارگاہ رسالت میں اخلاص کے ساتھ آنکھوں میں ندامت کے آنسو لئے اور زبان سے استغفراللہ پڑھتے ہوئے حاضر ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پائیں گے۔ انھیں چاہئے کہ عمر کے اس حصہ میں کسی ولی کامل کے دربار کی جاروب کشی کریں اور انعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلنا سیکھیں کیونکہ انہی کا راستہ ''صراط مستقیم'' ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھ کر قبول کرنے کی اور ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عمير محمود الصديقي

استاذ بالجامعة العليمية الاسلامية

۱ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ روح المعانی، السید محمود آلوسی بغدادی، المکتبۃ الحقانیۃ، ملتان، پاکستان۔

۳۔ الجامع لأحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، بیروت، لبنان

۴۔ احکام القرآن، الامام ابوبکر الجصاص الرازی، بیروت، لبنان

۵۔ تفسیر البحر المحیط، الامام ابوحیان الاندلسی، دارالفکر، بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ

۶۔ التفسیر الکبیر، الامام الرازی، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

۷۔ التفسیرات الاحمدیۃ، الشیخ ملا احمد جیون، مکتبہ اسلامیہ، کانسی روڈ کوئٹہ

۸۔ مفردات القرآن، الامام راغب اصفہانی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان

۹۔ الکشاف، العلامۃ جاراللہ زمخشری، بیروت لبنان

۱۰۔ صحیح البخاری، الامام ابوعبداللہ اسماعیل بن ابراھیم البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ صحیح مسلم، الامام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، فرید بکسٹال، لاھور، پاکستان

۱۲۔ جامع الترمذی، الامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان۔

۱۳۔ سنن النسائی، الامام احمد النسائی مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان

۱۴۔ سنن ابی داؤد، الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیۃ، لاھور، پاکستان

۱۵۔ سنن ابن ماجہ، الامام محمد بن عبداللہ بن یزید ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان۔

۱۶۔ المصنف، الامام ابو ابکر عبد الرزاق بن الھمام، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ

۱۷۔ المسند، الامام عبداللہ بن زبیر الحمیدی، بیروت، لبنان

۱۸۔ سنن دارقطنی، امام علی بن عمر الدارقطنی، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان

۱۹۔ السنن الکبریٰ، الامام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیھقی، دارالفکر، بیروت، لبنان،

۲۰۔ المؤطا للامام مالک، الامام مالک، مطبعۃ مصطفیٰ بمصر، الطبعۃ الاخیرۃ، ۱۳۷۰ھ

حد یعمل فی الارض خیر لاھل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

۲۱۔ المؤطا للامام محمد بن حسن الشیبانی، قدیمی کتب خانہ، کراتشی، باکستان
۲۲۔ عمدۃ القاری، العلامۃ بدر الدین محمد بن محمود بن احمد العینی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۱۳۴۸ھ
۲۳۔ فتح الباری، الامام ابن حجر عسقلانی، بیروت، لبنان
۲۴۔ شرح کتاب السیر الکبیر، الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیۃ للمجاھدین افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۲۵۔ بدائع الصنائع، ملک العلماء علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی، مطبعۃ الجمالیۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۸ھ
۲۶۔ الکافی، شیخ الاسلام ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن قدامۃ المقدسی، منشورات المکتب الاسلامی، بدمشق
۲۷۔ المجموع شرح المھذب، الامام یحی بن شرف محی الدین النووی، بیروت، لبنان
۲۸۔ المغنی، موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامۃ، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ
۲۹۔ الشرح الکبیر، شمس الدین ابن قدامۃ المقدسی، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ
۳۰۔ الھدایۃ الامام ابو الحسین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، بک لینڈ، اردو بازار، لاہور
۳۱۔ المبسوط، الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر، ۱۳۲۴ھ
۳۲۔ لسان العرب، الامام ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، دار بیروت، لبنان، ۱۸۹۴ھ
۳۳۔ میزان، جاوید احمد غامدی، دار الاشراق ۱۲۳ ای ماڈل ٹاؤن لاہور، اپریل ۲۰۰۲م
۳۴۔ برھان، جاوید احمد غامدی، المورد ادارہ علم وتحقیق ۵۱ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور، جون ۲۰۰۶م۔
۳۵۔ کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی، انار کلی لاہور
36- THE HOLY BIBLE (AUTHORIZED KING JAMES VERSION), NEW YORK, OXFORD UNIVERSITY PRESS, LONDON
37- GOOD NEWS BIBLE, TODAY'S ENGLISH VERSION, BRITISH EDITION, AMERICN BIBLE SOCIETY 1976

☆ لاثواب الا بالنیۃ ☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆ (فقہی ضابطہ)